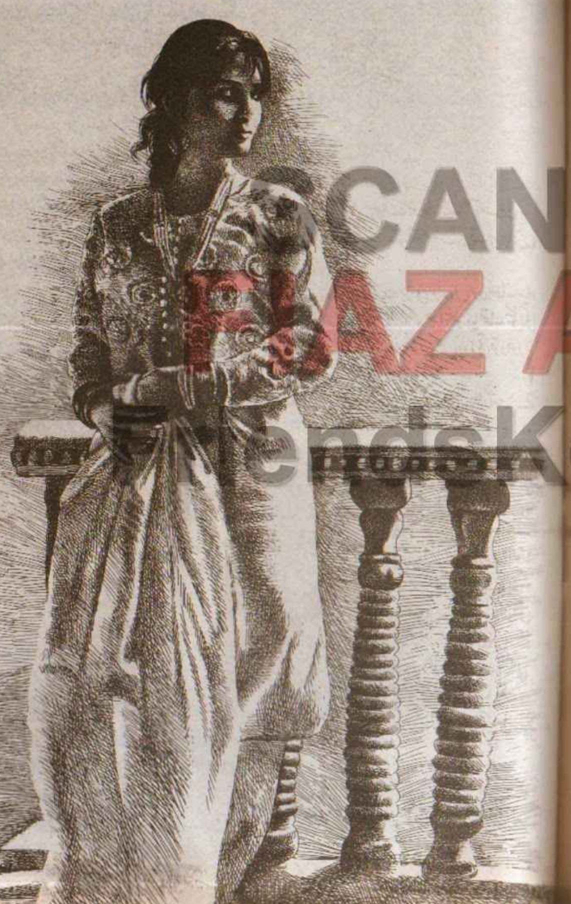

زرنین آرزو

ریگزاروں کا ساتھ

رم جھم برستی پھوار نے تیزی پکڑلی تو ہواؤں میں بھی شدت آگئی۔ ٹھنڈ ایک دم بڑھ گئی۔ بے تحاشا خنکی کے زیرِ اثر جوہم کی ناک سرخ ہو رہی تھی۔ ٹھنڈے یخ ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے اس نے خدیجہ کی طرف دیکھا۔

"یار! بہت ٹھنڈ ہے۔"

"واقعی۔ آج تو حد ہی ہو گئی۔ رہی سہی کسر بارش نے پوری کردی۔ ایسے موسم میں تو ہیٹر کے پاس بیٹھ کر ڈرائی فروٹ کھانے کا مزا ہے اور ہم یونیورسٹی کی خاک چھاننے آگئے۔" خدیجہ نے کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ٹھونستے ہوئے کہا۔

"کیوں نہ گرم گرم چائے ہو جائے۔" آمنہ بولی۔

"کینٹین تک جاتے جاتے ہم سب برف ہو جائیں گے۔"

خدیجہ نے تشویش سے برستی بوندوں کو دیکھا۔ سیاہ بادلوں نے ماحول میں ملگجا سا اندھیرا بکھیر دیا تھا۔ بجلی کی چاندی ایسی لہر آکاش کی وسعتوں میں دوڑتی تو وجود پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی۔

"آفتاب سے چائے منگوا لیتے ہیں۔" آمنہ نے تجویز پیش کی۔

"کیوں؟" خدیجہ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ "زندگی

ناولٹ

میں کوئی کام مردوں کے بغیر بھی کرنے کی عادت ڈالو۔ آج کل کی خواتین کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ وہ ہر معاملے میں مرد کی دست نگر ہیں۔ ہر قدم پر ان کی مدد چاہتی ہیں۔ آج کی عورت اگر اپنے بازوؤں کے سہارے زندہ رہنے کی عادت ڈال لے تو وہ کبھی ناانصافیوں کا شکار نہ ہو۔" وہ بات کو سنجیدگی کی طرف لے گئی۔ "آخر تم مردوں کی قوم سے اتنی نالاں کیوں ہو؟" سبین نے بھنویں اچکائیں۔

"تو کیا ان مردوں کو تمغوں سے نوازا جائے جو عورتوں کا جینا حرام کر دیتے ہیں۔ ان کے حقوق پامال کرتے ہیں۔" واقعی اس کے ذہن میں مردوں کے خلاف نفرت کا لاوا ابلتا تھا۔

"یہ قصور مردوں کا نہیں ہے جہالت کا ہے۔" جوہم اطمینان سے بولی۔

"کس قسم کی جہالت۔ میں نے پڑھے لکھے مردوں کو اپنی بیویوں سے ایسی ایسی بدزبانی کرتے دیکھا ہے کہ خدا کی پناہ۔" خدیجہ کے ماتھے کی تیوریاں نہیں کھل رہی تھیں۔

"دراصل یہ جہالت دین کا علم نہ ہونے کی ہے۔ خدا اور اس کے رسول کے احکام سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ بھٹک جاتے ہیں۔ خدا نے مرد اور عورت کو مساوی درجہ دیا ہے۔ دونوں کے حقوق برابر ہیں۔ دنیا کا انتظام بہتر طریق سے چلانے کے لیے دونوں کو زندگی کی طویل کٹھن راہوں کا ساتھی بنایا ہے۔ پھر حاکم و محکوم کا کیا سوال۔ نفرت کا کیا جواز اور ......"

جوہم کی طرف داری پر خدیجہ چیخ گئی۔

"میں نے بڑے بڑے مہذب مردوں کو شادی کے بعد تہذیب کا چولا اتار کر پھینکتے دیکھا ہے۔ اس سے بہتر نہیں کہ ان مردوں کا سایہ بھی اپنی زندگی پر نہ پڑنے دیا جائے۔ آزاد خوش باش زندگی گزاری جائے اپنی مرضی کی۔ نہ کسی کا حکم نہ زیادتی۔ بس چین کی بانسری بجاؤ۔"

"تمہاری سوچ غلط ہے خدیجہ! مرد عورت کو معاشرے میں تحفظ دیتا ہے۔ اس کے بغیر عورت ادھوری ہے۔" جوہم کے بڑے ارفع خیالات تھے، شادی کے متعلق۔ ازدواجی زندگی کے متعلق۔

"تمہاری قوتِ مشاہدہ بہت کمزور ہے جوہم! عورت ادھوری نہیں بلکہ مرد کو زندگی کی گاڑی گھسیٹنے کے لیے تعلیم یافتہ عورت چاہیے۔ اس کے بچے پالنے کے لیے، اس کی گھرداری کا بوجھ اٹھانے کے لیے۔ شادی کے بعد مرد تعلیم یافتہ عورت کو ملازمت کرنے پر مجبور کردیتے ہیں۔ وہ بے چاری دو محاذوں پر پستی ہے اور ......"

"تو تم شادی کے بعد ملازمت نہ کرنا۔ میں بھی اسی بات پر کاربند ہوں۔ شادی کے بعد کمانے اور خرچ اٹھانے کا مسئلہ سراسر مرد کا ہے اور عورت کی ذمہ داری گھر سنبھالنا ہے۔ بچوں کی بہتر تربیت اور پرورش ہے۔" جوہم جلدی سے بولی۔

"بھئی، یہ تو بڑی سنجیدہ گفتگو شروع ہو گئی۔ گرما گرمی۔" ہبین نے ایک گہرا سانس بھرا۔

"جوہم! تمہارے خیالات بہت عمدہ ہیں، مگر یاد رکھو مرد کی اعلا ظرفی کا جو خاکہ تم نے ذہن میں بنا رکھا ہے حقیقی معنوں میں مرد اس سے بہت مختلف ہے۔ کینہ پرور، حاسد، ظالم اور ......"

"اپنے خیالات بدلو، خدیجہ! ورنہ شادی کے بعد تمہیں بہت مشکل ہوگی۔"

"نہ بابا! مجھے اپنی اچھی خاصی خوش باش زندگی کو گھن نہیں لگانا۔"

"بھئی وہ چائے والا معاملہ تو درمیان میں ہی رہ گیا۔" آمنہ نے ہاتھ گرم کرنے کو آپس میں رگڑے۔

"اب چائے کیا خاک پئیں گے۔" خدیجہ کا موڈ بگڑا تھا۔

"ایک تو تم خفا بہت جلد ہو جاتی ہو۔ بہت جذباتی ہو تم۔ بھئی بحث کو خود پر طاری کرنے سے فائدہ۔ اگر تم شادی نہیں کرنا چاہتیں تو ٹھیک ہے، تم پر زبردستی کون کر رہا ہے۔" ہبین نے مسکرا کر ماحول کی سنجیدگی کو دور کرنا چاہا۔

"یار! آج تو بالکل بھی پڑھائی نہیں ہوئی۔ اتنے ٹھنڈ برساتے دن میں بھلا کس کا پڑھانے کو دل چاہے گا۔ خوامخواہ ہم بے وقوفوں کی طرح ٹھٹھرنے آگئے۔ اور آج تو میں نے واپسی کا وقت بھی ذرا لیٹ دیا ہے۔ تب تک تو میری برف جم جائے گی۔" آمنہ کی مسمسی صورت دیکھ کر جوہم کو ہنسی آگئی۔

"چلو، تمہیں میں گھر چھوڑ دوں گی۔" اس نے آفر دی۔

"اور خدیجہ! تم بھی میرے ساتھ گھر چلو۔ تمہیں گرما گرم کافی پلواؤں گی اور مزیدار سوپ، تمہاری پسند کا۔"

جوہم کو پتا تھا۔ خدیجہ کو اس کے ہاتھ کا سوپ بہت پسند ہے۔ دونوں کے نظریات میں اختلاف سہی، مگر دونوں کی دوستی بہت بے مثال تھی۔ ایک دوسرے کے بغیر کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا۔ یک جان دو قالب والی مثال تھی۔ فون پر ڈھیروں گفتگو کے علاوہ خدیجہ ہفتے میں ایک آدھ بار ضرور اس کے گھر ڈیرا جماتی تھی۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی سے واپسی پر بھی اس کی طرف ضرور جاتی۔ جوہم کا گھر راستے میں ہی پڑتا تھا۔

"کیا سوچنے لگیں۔ چلیں۔" جوہم نے اس کی آنکھوں کے سامنے انگلیاں نچائیں۔

"ہاں چلو۔" خدیجہ توقع کے عین مطابق فوراً ہی راضی ہو گئی۔

آمنہ کو اس کے گھر چھوڑتے جوہم نے گاڑی پورچ میں لا کر روکی تو فراز کی بائیک کھڑی تھی۔ "اتنی ٹھنڈ، اتنی بارش میں بھی اس لڑکے کو چین نہیں۔" موسم کی شدت کبھی اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتی تھی۔ اور جوہم کو یقین تھا وہ بارش میں بھیگتا مزے سے آیا ہوگا اور اس نے کپڑے بدلنے کی زحمت بھی نہیں کی ہوگی۔ اتنی لاپروائی۔

"یہ تمہارے کزن کی بائیک ہے نا؟" خدیجہ نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کہیں کوئی چکر تو نہیں چل رہا؟" اس نے آنکھیں مٹکائیں۔

"میں شادی والدین کی پسند سے کروں گی۔ لہٰذا تمہیں خوامخواہ بات کو افسانوی رنگ دینے کی ضرورت نہیں۔ فراز میرا چچازاد ہے اور بس۔"

"مگر وہ ہر وقت تمہیں ملتا ہے۔" خدیجہ نے کریدا۔

"اس کی مرضی۔ ہر انسان اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے۔"

جوہم نے اندر قدم رکھا تو بالکل سامنے فراز بیٹھا تھا۔ امی اس کی باتوں پر خوب ہی ہنس رہی تھیں۔

"آداب امی۔" جوہم بولی۔

"آداب آنٹی۔" خدیجہ نے مسکرا کر کہا۔

تب ہی فراز نے گردن گھمائی اور جوہم پر نظر پڑتے ہی کھل اٹھا۔ اس کی بھوری آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

"ہیلو جوہم! تم آگئیں۔ میں نے سوچا تم آج یونیورسٹی نہیں گئی ہوگی اس لیے تمہیں اس وقت یہاں نظر آرہا ہوں۔ سوچا تھا۔ تم سے گپیں لگانے کے ساتھ ساتھ تمہارے ہاتھوں کی مزے دار کافی بھی پیوں گا۔"

"کافی بعد میں، پہلے آپ کپڑے تو بدل لیجیے۔ اتنی ٹھنڈ میں آپ بیمار ہو جائیں گے۔" جوہم فکرمندی سے بولی۔

"میں تو برابر کہہ رہی ہوں مگر یہ لڑکا سنتا ہی نہیں۔" امی نے بھی شکایتی انداز میں کہا۔

"چلیے اٹھیے۔ میں آپ کو ابو کا سوٹ نکال دیتی ہوں۔ اتنے میں کافی بھی بن جائے گی۔" جوہم نے مستعدی سے ہیٹر آن کیا اور ابو کے کمرے میں جا کر ان کی وارڈروب سے شلوار قمیص نکال لائی۔

"یہ تولیہ لیجیے اور فوراً ان بھیگے کپڑوں سے چھٹکارا حاصل کیجیے۔ اگر نمونیہ ہو گیا تو۔"

"دیکھا آپ نے۔ کتنی تھانے داری دکھاتی ہے۔" فراز نے مسکرا کر خدیجہ کی طرف دیکھا۔

"تھانے دار تو یہ ازل سے ہے۔ شادی کے بعد بھی شوہر کو غلام بنا کر رکھے گی۔ کیوں۔" خدیجہ شرارت سے مسکرائی۔

"حکومت خدیجہ! تم میرے خیالات اچھی طرح جانتی ہو۔" جوہم نے آنکھیں نکالیں۔

"کیسے خیالات؟" فراز نے دلچسپی اور تجسس سے پوچھا۔

"آپ اٹھیے۔ کپڑے بدلیے میں اتنے میں کافی لاتی ہوں۔" جوہم نے بات کاٹ دی۔

جتنی دیر میں جوہم نے کافی بنائی، وہ کپڑے بدل کر آچکا تھا اور ہیٹر کے سامنے بیٹھا ہاتھ سینک رہا تھا۔ ماحول میں حدت سی تھی اور خدیجہ فراز کو یونیورسٹی کا کوئی دلچسپ قصہ سنا رہی تھی۔

SCAN & PDF
FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

SCAN & PDF
FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

"کافی لیجیے۔ گرما گرم۔"

جوہم نے کافی سرو کی اور اپنا مگ لے کر خدیجہ کے برابر آن بیٹھی۔ ہیٹر کے جلتے شعلوں پر نظریں جمائے وہ ہولے ہولے کافی کے سپ بھرتی رہی۔ گرم ماحول میں اسے فراز کی نگاہوں کی حدت اپنے چہرے پر بخوبی محسوس ہوئی جسے وہ نظرانداز کر گئی۔

"آپ کو اتنی بارش میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ پتا نہیں کس بات سے بچنا چاہ رہی تھی۔ شاید ان آنکھوں کی تپش سے۔

"بعض باتیں انسان منصوبوں کے تحت نہیں کرتا جوہم! اور پھر یہ —— اپنے بس کی بات قطعی نہیں۔" وہ مدہم لہجے میں بولا تو خدیجہ خوامخواہ کھنکھاری۔

"تمہارے گلے میں شاید کوئی تکلیف ہے۔" جوہم نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تمہارے اندازے بہت غلط ہوتے ہیں جوہم۔"

"بھئی وہ تمہارے سوپ کا کیا بنا۔" فراز نے پوچھا۔

"آپ کو کیسے پتا؟"

"خدیجہ بتا رہی تھیں تم انہیں سوپ کا کہہ کر ہمراہ لائی ہو۔"

"اس خدیجہ کے پیٹ میں کبھی کوئی بات نہیں رہتی۔"

"اس کا مطلب ــــ تم مجھے سوپ نہیں پلانا چاہتیں۔" فراز کی گہری گہری نظریں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"نہیں تو۔ آپ بیٹھیے میں بنا لاتی ہوں۔"

وہ سوپ پی کر بھی ٹلا نہیں۔ رات کا کھانا کھا کر گیا۔ اس دوران وہ خدیجہ کو گھر چھوڑ بھی آئی۔ رات کھانے کے بعد وہ ایک دم ہی ہیلمٹ اٹھا کر جانے کو تیار ہو گیا۔

"بے حد لذیذ سوپ اور کھانے کا بہت شکریہ۔"

"آپ فارمل ہو رہے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"اچھا باہر تک تو چھوڑنے آؤ۔" وہ بے تکلفی سے بولا۔

باہر بے تحاشا خنکی تھی۔ گرم ماحول سے باہر پورچ تک آتے وہ ساری کی ساری ٹھنڈی ہو گئی البتہ وہ اونچا لمبا نوجوان ہر طرح کی ٹھنڈ سے بے پروا پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا۔

"کل آؤں۔" بائیک پر بیٹھتے اس نے سرگوشیانہ انداز میں پوچھا۔

"آپ کی مرضی۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"اور تمہاری مرضی۔" وہ پتا نہیں کیا جاننا چاہ رہا تھا۔

"آپ کا اپنا گھر ہے۔"

"اچھا۔"

وہ ایک دم ہی بائیک اسٹارٹ کر کے یہ جا وہ جا۔ وہ کتنی دیر وہیں کھڑی رہی۔ آکاش کی وسعتوں میں ابھی تک بادلوں کا جمگھٹا تھا۔ "کچھ پتا نہیں پھر بارش شروع ہو جائے۔ اگر یونہی بارش رہی تو وہ صبح کیمپس کیسے جا پاؤں گی۔"

صبح وہ ابھی بستر میں ہی تھی کہ خدیجہ کا فون آگیا۔

"کیمپس آ رہی ہو۔"

"تم بتاؤ۔" اس نے مندی مندی آنکھوں سے سامنے لگے وال کلاک پر نگاہ ڈالی۔

"یار! اتنی دھند ہے۔ ایسی غضب کی سردی۔ لحاف سے باہر نکلنے کو دل ہی نہیں کر رہا۔ تم ایسا کرو کہ یونیورسٹی کو گولی مارو اور میری طرف آجاؤ۔ گرما گرم باتیں کریں گے۔ میوزک سنیں گے۔"

"بس ــ بس۔ تم تو سارا پروگرام ترتیب دے بیٹھیں۔" وہ تکیے کے سہارے اٹھ بیٹھی۔

"تو پھر آجاؤ۔"

"تم ہی کیوں نہیں ٹپک پڑتیں۔ مجھے کچھ حرارت سی محسوس ہو رہی ہے۔ سر بھی بھاری ہو رہا ہے۔"

"اونہہ! بہانے باز۔" خدیجہ کھلکھلائی۔

"تم ہمیشہ غلط ہی سوچنا۔ ہر معاملے میں الٹا سیدھا سوچو گی تو کیا بنے گا تمہارا۔" جوہم فکرمندی سے بولی۔

"آملیٹ۔" وہ پھر کھلکھلائی۔

"ویری فنی۔" جوہم نے چڑایا۔

"اچھا میں آ رہی ہوں تمہیں تنگ کرنے۔ شام تک تمہارے سر پر سوار رہوں گی۔ گھر سے نکالو گی بھی تو نہیں نکلوں گی سمجھیں اور سنو تمہارا وہ کزن آئے گا؟"

"کون؟" وہ انجان بن گئی۔

"وہی باتونی کزن۔ بہت دلچسپ باتیں کرتا ہے۔"

"تم کہو تو تمہاری شادی کی بات چلاؤں۔" جوہم سنجیدہ ہو گئی۔

"شادی تو میں ساری عمر نہیں کروں گی۔ مجھے اپنی آزادی بہت عزیز ہے۔ مردوں کی جوتیاں کھانے کا مجھے قطعی کوئی شوق نہیں۔ میں تو اس کے بارے میں محض اس لیے پوچھ رہی تھی کہ کل اس کی کمپنی میں خاصا انجوائے کیا تھا۔"

"تو پھر یہ کمپنی تم ساری عمر کے لیے کیوں نہیں اپنا لیتیں۔"

"بکو مت یار۔" خدیجہ چڑ گئی۔ "میں آ رہی ہوں۔ تم میرے استقبال کی تیاریاں کرو۔"

"کیا شادیانے بجواؤں۔ مگر تم اس کی اجازت نہیں دیتیں۔"

"جوہم!" وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"شاید تم میری مردوں سے نفرت کو مذاق سمجھ رہی ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ میں نے ان کے ستم اور جابر پن کے ایسے ایسے نظارے دیکھے ہیں کہ دل کانپتا ہے۔ شادی کے بعد ان کی بلند خیالی پاتال میں جا گرتی ہے۔ ان کی اعلا ظرفی حسد میں بدل جاتی ہے۔ وہ اپنی بیوی کی برتری برداشت نہیں کر سکتے۔ احساس کمتری کا شکار ہو کر وہ ایسے ایسے کچوکے اور چرکے لگاتے ہیں کہ زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔"

"پتا نہیں خدیجہ! تم کیسے لوگوں سے ملتی ہو۔" جوہم نے ایک گہرا سانس بھرا۔ "اور پھر پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ اور اگر مرد سنگ دل ہو تو عورت اپنے ایثار اور محبت سے اس کا دل جیت سکتی ہے۔"

"کتنی فضول بات کر رہی ہو جوہم! اتنا یاد رکھو پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلایا جا سکتا ہے مگر فطرت کبھی بدل نہیں سکتی۔"

"یہ تو اپنے اپنے عزم کی بات ہے۔" جوہم بولی۔

"خدا تمہارے عزم کو برقرار رکھے۔"

خدیجہ چلی آئی۔ اس دن بھی بارش برستی رہی۔ کھڑکیوں کے شیشوں کے اس پار دھند میں لپٹی ہر شے ٹھٹھری لگ رہی تھی۔ تب ہی پورچ میں فراز کی بائیک کا شور تھا۔

"لو جی صاحب آگئے۔" خدیجہ مسکرائی۔

"ہیلو گرلز۔" وہ ہیلمٹ تھامے اندر آگیا۔

"آپ کو اس گلی کے چکر لگانے کے علاوہ بھی کوئی کام ہے؟" خدیجہ نے بدتمیزی سے پوچھا۔

"آپ کو کوئی اعتراض؟" وہ بالکل سامنے صوفے میں دھنس گیا۔

"قطعی نہیں۔"

"تو پھر اپنی دوست سے کہہ کر کافی پلوا دیجیے۔"

"ابھی لائی۔" جوہم خود ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بھی پیچھے پیچھے آگیا۔

"آپ کیوں آگئے۔ خدیجہ کو کمپنی دیجیے میں کافی لے آتی ہوں۔"

"سنو جوہم۔"

وہ اس کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ بے حد سنجیدہ چہرہ لیے۔ جوہم نے اس کی طرف دیکھا تو —— سٹپٹا گئی۔ ان آنکھوں کی جگمگاہٹوں میں نامعلوم کیا تھا۔ کوئی لپک کوئی کشش یا پھر....

"جوہم! میں امی کو تمہاری طرف بھیجنا چاہ رہا تھا۔"

"تو بھیج دیجیے۔" وہ اس کا مطلب بالکل نہ سمجھی۔

"تم شاید سمجھیں نہیں۔ میں امی کو کسی خاص مقصد کے لیے بھیجنا چاہتا ہوں مگر اس سے پہلے اپنے متعلق تمہاری رائے جاننا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں، سب تمہاری پسند و ناپسند کے مطابق ہو۔ تم پر نادانستگی میں کوئی جبر نہ ہو۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟" اسے گھبراہٹ

ہوئی۔

"جوہم! میں تمہارے سلسلے میں بہت سنجیدہ ہوں۔"

"پلیز فراز!" وہ برا مان گئی۔ "آپ کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں اور جہاں تک آپ کی امی کو بھیجنے والا معاملہ تو یہ سراسر بڑوں کے درمیان کا مسئلہ ہے۔جو ان کا فیصلہ وہی میری خوشی۔ اگر میرے والدین کو کسی قسم کا اعتراض نہ ہوا تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ مگر مجھے آپ کی موجودہ باتوں نے رنج پہنچایا ہے۔ آپ کو مجھ سے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ شاید آپ جانتے نہیں میں زندگی کو حقیقت کے آئینے میں دیکھنے کی عادی ہوں میں اصولوں کے تحت زندگی گزاروں گی۔ وقتی جذبوں کے تحت فیصلے کرنے والے تاحیات ٹھوکریں کھاتے ہیں۔"

وہ پتا نہیں کیا کیا کہہ رہی تھی اور فراز کے چہرے پر ایک کے بعد دوسرا رنگ آرہا تھا۔

"تم نے میری باتوں کا برا مانا' میں معافی چاہتا ہوں۔" وہ ایک دم ہی جانے کو مڑا۔

"سنیے فراز۔"

جوہم نے پکارا مگر وہ اَن سنی کرتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا اور لمحوں بعد ہی اس کی بائیک اسٹارٹ ہونے کا شور بلند ہوا اور پھر یہ شور بتدریج دور ہوتا چلا گیا۔

جوہم افسردگی سے کاؤنٹر کے قریب پڑے اسٹول پر بیٹھ گئی۔ اتنا تو وہ سمجھ ہی گئی تھی اس نے فراز کو خفا کردیا ہے۔ اس نے اس کی باتوں کا بے حد برا منایا ہے تب ہی وہ ایک لمحے کو بھی نہیں رکا۔ وہ بہت تیزی سے بائیک لے کر نکلا ہے۔ خدا کرے خیریت سے گھر پہنچ جائے۔

اسے بہت فکر ہو رہی تھی اور خود پر غصہ بھی آرہا تھا۔

کیا ضرورت تھی اتنی لمبی چوڑی تقریر کرنے کی۔ اتنا جذباتی بننے کی۔ اصول پسندی اپنی جگہ مگر اس کے لیے اس کا دل توڑنا ضروری تھا کیا۔ وہ مناسب طریقے سے بھی اسے ٹال سکتی تھی۔ بعض معاملات میں مصلحت درکار ہوتی ہے۔ پتا نہیں اس نے کتنے خلوص سے اس سے اپنے دل کی بات کرنا چاہی تھی مگر اس نے ہر طرح کا لحاظ بالائے طاق رکھ کر اس کا دل توڑ دیا۔

وہ یقیناً" خفا ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کبھی خفا نہیں ہوا تھا۔ ہمیشہ ہنستا مسکراتا ملتا۔ لیکن اس سے پہلے کبھی اس طرح کی سچویشن بھی درپیش نہیں ہوئی تھی۔

اور پھر اگلے کئی دنوں تک وہ نہیں آیا۔ اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا وہ اس کے روز آنے جانے پر اس کی عادی بن چکی ہے۔

"پتا نہیں تمہیں کب عقل آئے گی جوہم!"

اس نے برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھے بیٹھے خود کو کئی بار سرزنش کی۔

کیا ضرورت تھی اس کے سامنے تلخ ہونے کی۔ بلاوجہ بولنے کی۔ وہ جو کہہ رہا تھا چپ چاپ سن لیتیں۔ جب اپنی زندگی کا معاملہ بزرگوں کے سپرد کررکھا ہے تو..... اس کے سامنے لیکچر بازی کیوں کی۔

وہ کون سا ___ بھگا کرلے جا رہا تھا۔

جوہم نے ایک لمبا سانس کھینچا۔ تب ہی اسے خنکی کا احساس ہوا۔ اس نے شال اپنے گرد اچھی طرح لپیٹ لی۔

اس شام وہ تو نہیں آیا البتہ چچی آگئیں۔

"فراز کہاں ہیں چچی؟"

"پتا نہیں سارا سارا دن یہ لڑکا کہاں غائب رہتا ہے۔ نامعلوم اس نے کون سی مصروفیات ڈھونڈ لی ہیں۔ گھر پر کھانا بھی نہیں کھاتا۔ اس طرح وہ اپنی صحت تباہ کرے گا۔"

چچی بولیں تو وہ چور سی بن گئی۔

"امی اپنے کمرے میں ہیں چچی۔"

چچی امی کے کمرے میں چلی گئیں اور وہ سردی سے بے نیاز برآمدے میں آکھڑی ہوئی۔ اس ٹھنڈے یخ بستہ ماحول میں اس شخص کی وجہ سے حرارت اور زندگی کا احساس ہوتا تھا۔ وہ آکر امی کو ہنساتا تھا۔ خود بھی قہقہے لگاتا تھا۔ اس کے کان بھی کھاتا رہتا۔

بعض لوگ دوسروں کو اپنا عادی بنا کر بھول جاتے ہیں مگر وہ خود نہیں بھولا تھا۔ اس نے اپنے رویے سے اسے ٹھیس پہنچائی تھی۔

"کیا تمہیں فراز سے محبت ہو گئی ہے جوہم!"

وہ ایسا کوئی فضول سوال خود سے پوچھنا نہیں چاہتی تھی' مگر دل میں چپکے سے اس خیال نے سر ضرور ابھارا۔ پھر جھٹک دیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

اس شام وہ فلور کشن پر بیٹھی اپنے سامنے نوٹس پھیلائے مغز ماری کر رہی تھی تب ہی امی اس کے سامنے آگئیں۔

"مجھے تم سے کچھ کام تھا جوہم۔"

"جی امی!" وہ سیدھی ہو گئی۔

"تمہیں معلوم ہے' اس شام فریدہ آئی تھی۔" امی نے اس کی چچی کا ذکر کیا۔

"جی۔" وہ مختصراً" بولی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ وہ فراز کے لیے تمہیں مانگ رہی ہے۔ فراز نے اصرار کرکے اسے بھیجا ہے۔ بہت شوق اور محبت سے تمہارا ہاتھ مانگ رہے ہیں دونوں ماں بیٹا۔ سوچتی ہوں فراز کی آمدنی قلیل ہے اور تم آسائشوں کی عادی ہو' مگر یہ بھی سوچتی ہوں کہ دولت ثانوی چیز ہے۔ اصل چیز محبت اور خلوص ہے۔ ماں بیٹا دونوں بہت محبت کرنے والے ہیں۔ تمہیں بہت خوش رکھیں گے۔ سچ پوچھو تو آج کل اتنے چاؤ سے بیاہ کرلے جانے والے کہاں ملتے ہیں۔"

امی پرسوچ انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"تمہاری کیا رائے ہے جوہم؟"

"جو آپ کی مرضی۔"

وہ سعادت مندی سے بولی۔ البتہ اس کی آنکھوں میں چمک ضرور آگئی تھی۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ فراز کے اتنے دنوں نہ آنے کا سبب اب معلوم ہوا..... تو موصوف اس کے کہنے کے مطابق بزرگوں کی رضامندی سے اسے اپنانا چاہتے ہیں۔

فراز کی والہانہ نگاہیں اس کے تصور میں ابھر آئیں۔ وہ کسی خواب میں گم نہیں ہونا چاہتی تھی مگر یہ خبر خوش کن ضرور تھی اور اس کی نیندیں اڑا دینے کا باعث بھی۔ اصول پسندی اپنی جگہ پر۔ فراز نے اتنے چاؤ سے اس کا ساتھ مانگ کر جیسے اس کی توقیر بڑھادی تھی۔ اسے بہت معتبر کردیا تھا۔

"تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔" امی اپنی تسلی اچھی طرح کرلینا چاہتی تھیں۔

"اعتراض کیسا امی! سب آپ پر چھوڑا ہے۔"

اس کی آواز میں خوشی کی کپکپاہٹ تھی۔

اور جب ڈپارٹمنٹ میں جوہم نے یہ خوشخبری خدیجہ کو سنائی تو خدیجہ نے اس کی کمر پر دھپ رسید کرتے ہوئے کہا۔

"میرے سامنے بنتی تھیں اور چپکے ہی چپکے اتنا بڑا معرکہ سر کرلیا۔ تم تو کہتی تھیں تم اس کے متعلق نہیں سوچتیں۔ ان خرافات پر یقین نہیں رکھتیں۔"

"سب معاملہ بزرگوں کے درمیان طے ہوا ہے۔"

جوہم کا چہرہ مسرت سے کھلا جا رہا تھا۔

"اور فراز کے ساتھ تو تمہارا چکر....."

"پہلے بھی بتایا ہے' میرا کوئی چکر نہیں۔"

"اچھا۔ مگر چہرے سے بہت خوشی پھوٹ رہی ہے۔"

"اس کی وجہ اطمینان ہے فراز کوئی غیر نہیں۔ میں اس کی فطرت اور عادات سے بخوبی واقف ہوں۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنا سہل ہوگا۔ زندگی سے متعلق میرے جو اصول اور خیالات ہیں' وہ فراز کے ساتھ اپنی تکمیل پالیں گے۔"

"انشاءاللہ۔" خدیجہ بولی۔

"مگر ایک پریشانی ہے۔" جوہم سنجیدگی سے بولی۔

"کیسی پریشانی!" خدیجہ چونکی۔

"تمہارے متعلق سوچ سوچ کر ہول اٹھتا ہے۔ نا معلوم تمہارے فضول خیالات تمہیں کس مقام پر لے جائیں۔ میری مانو تو تم بھی شادی کرلو۔ مردوں کے

SCAN & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

خلاف اپنے دل سے نفرت اور تنفر نکال پھینکو۔ دنیا اچھے مردوں سے خالی نہیں۔"

"نہ بابا۔ مجھے کسی آزمائش میں نہیں پڑنا۔" خدیجہ نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"بہت ضدی ہو خدیجہ۔"

"کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔ اچھا بتاؤ شادی کب ہے؟"

"فائنل کے فوراً بعد۔"

"چلو جی، تمہاری تو دلی مراد پوری ہوئی۔ زندگی کی طویل اور کٹھن راہوں کا تمہیں ہم سفر مل گیا۔"

♥ ♡ ♡ ♥

فائنل کے امتحان تک بڑی مصروفیت رہی۔ نوٹس اور کتابوں میں سر کھپاتے ادھر ادھر کا ہوش نہ رہا اور یہ بھی غنیمت تھا۔ فراز نے منگیتر کی حیثیت سے نہ تو اسے ڈسٹرب کیا نہ فون پر کسی قسم کا عشق جھاڑا اور نہ ہی گھر کے چکر لگائے۔ امتحان سے فارغ ہو کر وہ ہلکی پھلکی ہو گئی جیسے کندھوں پر دھرا بہت بڑا بوجھ سرک گیا ہو۔

اس ملگجی سی شام میں فراغت ہی فراغت تھی۔ وہ کچن میں تھی رات کے لیے کھانا تیار کر رہی تھی تب ہی خدیجہ آ گئی۔

"ارے یہ تمہیں کیا ہوا؟" جوہم نے حیران ہو کر پوچھا پھر اس کے اداس چہرے کو دیکھ کر چونکی۔

"خیریت۔ یہ چہرہ کیوں اترا ہوا ہے۔"

"ایک بری خبر ہے جوہم! ابو کا دوسرے شہر تبادلہ ہو گیا ہے اور ہمیں یہ شہر چھوڑ کر جانا ہے۔ یقین مانو جب سے یہ منحوس خبر سنی ہے، دل کو کسی پل چین نہیں۔ سوچ سوچ کر ہول اٹھ رہے ہیں کہ تمہارے بغیر کیسے رہ سکوں گی۔ جس دن تم سے ملاقات نہ ہو، میرا کھانا ہضم نہیں ہوتا اور اب اس طرح اچانک اتنی بڑی جدائی۔"

خدیجہ کی آنکھیں بھیگی بھیگی تھیں۔

جوہم کو جیسے دھچکا سا لگا۔

"تو کیا تم چلی جاؤ گی؟"

"بے فکر رہو۔ تمہیں اس گھر کی دہلیز سے دھکا دے کر ہی جاؤں گی۔ میرے بغیر بھلا تمہاری شادی ممکن ہے۔ ابھی تو میں نے تمہاری شادی پر خوب ہلا گلا کرنا ہے۔ فراز میاں کی خبر لینی ہے اور وعدہ کرو جوہم! میرے جانے کے بعد بھی مجھ سے رابطہ رکھو گی۔ مجھے باقاعدگی سے خط لکھو گی۔ میں بھی خط لکھوں گی اور فون پر بات کر لیا کروں گی۔"

♥ ♡ ♡ ♥

اور پھر اس کی شادی کا ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا۔ گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ در و دیوار سے خوشیاں برسنے لگیں۔ گھر میں بھانت بھانت کے لوگ جمع ہو گئے۔ ڈھیروں کزنز اور رشتے دار خواتین۔ چٹکلے نت نئے شوشے اور باتیں۔ جوہم زرد لباس میں ملبوس اپنے کمرے میں ان سب کی چھیڑ چھاڑ سے محظوظ ہوتی رہتی۔ اکثر اسی کے کمرے میں ڈیرا جمتا اور وہ گھٹنوں میں سر دیے آنے والے خوبصورت دنوں کے بارے میں سوچتی۔

بارات والے دن جوہم بہت اپ سیٹ تھی۔ گھر چھوڑنے کا تصور اور نئی زندگی کی ابتدا کے خیال سے دل ہمک ہمک کر ڈول رہا تھا۔ زندگی کی ساری آزمائشیں یقیناً عورت کے کھاتے میں ڈال دی جاتی ہیں۔ حالات کے مطابق خود کو ڈھالنا اسی کی ہمت ہے۔ یہ تو غنیمت ہے فراز کوئی غیر نہیں۔ وہ اس کی عادات کو بخوبی جانتی ہے۔ اس کے گھر کا ماحول اس کے اپنے گھر کے ماحول سے فرق نہیں۔

جوہم سرخ غرارہ سوٹ میں زیورات سے لدی پھندی بہت حسین لگ رہی تھی۔ گہرے میک اپ نے اس کے چہرے کے نقوش کو مزید اجاگر کر دیا تھا اور وہ یوں شرمائی لجائی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"دولہا میاں کی آج شان ہی نرالی ہے۔" خدیجہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ "ایسا شاندار دولہا میں نے کم ہی دیکھا ہے۔"

اور جوہم مسکرا دی۔

گاڑی تک پہنچتے وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی۔ امی کے گلے

لگے کتنے آنسو اس کی پلکوں کی باڑھ عبور کر آئے۔ خدیجہ اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ ثمین اور آمنہ بھی آئی تھیں۔

"خدا کے حوالے میری بچی۔" امی نے رندھی آواز میں کہا۔

فراز قریب ہی کھڑا تھا۔ سفید شیروانی اور پاجامے میں۔ سر پر کلاہ رکھے وہ روایتی دولہا کا روپ دھارے ہوئے تھا۔ اس کی موجودگی کو محسوس کر کے جوہم سپٹائی۔

"یہ تو آج ہی معلوم ہوا کہ تم روتے میں زیادہ حسین لگتی ہو۔"

وہ اس کے کان کے پاس بولا تھا۔

جوہم نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"اتنی جلدی ہے جانے کی۔" خدیجہ شوخی سے بولی۔

اور فراز کا خوبصورت قہقہہ اس کے دل میں اتر گیا۔ اور پھر لمحوں بعد ہی گاڑی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔

گاڑی کب منزل تک پہنچی۔ اسے کون اندر لایا۔ کون کون سی رسوم ہوئیں۔ وہ ایک روبوٹ کی طرح سب بھگتاتی رہی۔ وہ ــــ بے تحاشا تھک گئی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کمرے میں جا کر مزے سے ٹانگیں پھیلا کر سو جائے۔ مگر جانے کب تک خلاصی ہو۔

اگلا مرحلہ دولہا کے انتظار کا تھا۔ اس کا خیال تھا اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ وہ جانتی تھی فراز کے اس کے لیے جذبات و احساسات بہت شدت لیے ہوئے ہیں اور اس شادی کے جلد انجام پذیر ہونے میں بھی اسی کا ہاتھ ہے۔ فراز کا خیال آتے ہی اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ روم روم میں جیسے بے چینی سی پھیل گئی۔ اک میٹھی سی کسک نے سارے وجود کا احاطہ کر لیا۔

تب ہی دروازہ کھلا اور فراز اندر آ گیا۔ وہ اپنی جگہ سمٹ سی گئی۔

2 نئے ناول
دل دیا دہلیز
رفعت سراج کا ناول جو 4 سال اور 2 مہینوں تک "خواتین ڈائجسٹ" میں چھپتا رہا۔
کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہے۔
بہنیں منی آرڈر بھیج کر منگوا سکتی ہیں۔
قیمت: =/600 روپے
☆☆
"شعاع" میں چھپنے والا ماہا ملک کا ناول
جو چلے تو جاں سے گزر گئے
جو بے حد پسند کیا گیا، اب بہنوں کی فرمائش پر
کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہے۔
قیمت: =/150 روپے
☆☆
اس پتے پر خط لکھیں
مکتبۂ خواتین ڈائجسٹ، اردو بازار، کراچی
یا پتا ذیل سے دستی خریدیں
مکتبۂ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی
فون: 2216361

SCAN & PDF FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

قدموں کی چاپ قریب آ گئی۔ وہ منتظر رہی۔ وہ ہاتھ بڑھ کر اس کا گھونگٹ الٹ دیں، مگر وہ قریب آنے کے بجائے سامنے کرسی پر جا بیٹھا اور سگریٹ سلگا کر گہرے گہرے کش بھرنے لگا۔

جوہم کو حیرت کا دھچکا لگا۔

فراز نے کبھی اس کے سامنے سگریٹ نہیں پی۔ اسے قطعی علم نہیں تھا، وہ اس عادت میں مبتلا ہے۔ اور پھر اس حسین رات سگریٹ نوشی کا مطلب کیا کوئی پریشانی ہے، کوئی اضطراب۔

وہ پریشانی سے گھونگٹ کی اوٹ سے اسے دیکھنے لگی۔

اس نے ایک کے بعد دوسرا سگریٹ سلگایا اور تب ہی اس کی درشت آواز اس کے کانوں میں اتر آئی۔

"اگر تم یہ گھونگھٹ کا تکلف نہ کرو تو بڑی مہربانی ہوگی۔ ہم اجنبی نہیں ہیں۔ میں برسوں سے تمہارا چہرہ دیکھتا آ رہا ہوں۔ تمہارے ایک ایک خدوخال سے بخوبی واقف ہوں۔ پھر گھونگھٹ کا ڈھکوسلا کیوں۔ مجھے اس ساری ڈرامہ بازی سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں۔"

جوہم اپنی جگہ گنگ بیٹھی رہ گئی۔ صدمے سے ساکت سی۔

فراز کا یہ درشت انداز، سخت لہجہ اور الفاظ کی سختی اس کے لیے یکسر اجنبی تھی۔ یہ وہ فراز قطعاً نہیں جس کا لہجہ اس سے گفتگو کے دوران میٹھا ہو جاتا تھا اور الفاظ خوبصورتی کی انتہا لیے ہوتے۔

اس نے اب سے پہلے فراز کے ماتھے پر کبھی بل نہیں دیکھے تھے نہ ہی چہرے پر اتنی بیزاری اور سختی۔

"تم نے سنا نہیں...... یہ ڈرامہ بازی میرے سامنے نہیں چلے گی۔"

مدھم سی غراتی آواز اسے سنائی دی۔

جوہم نے سہم کر خود ہی چہرے سے گھونگٹ الٹ دیا۔

وہ ابھی تک یقینی و بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھی۔ اس کی آنکھیں پھٹی پھٹی تھیں۔ فراز کی یہ بے رخی۔ عجیب سچویشن ہو گئی تھی۔ اس نے لحہ بھر کو اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ پتا نہیں کس ارادے کے تحت اس سے ایسا ناروا رویہ اختیار کیے ہوئے ہے۔

فراز کا چہرہ بے تاثر تھا اور ارد گرد سگریٹ کا دھواں۔ دفعتاً اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلا اور اٹھ کر ڈریسنگ کی طرف بڑھ گیا۔

جوہم دم بخود تھی۔ وہ رونا چاہتی تھی مگر ایک آنسو بھی نہ ٹپکا سکی۔ انسان جب دکھ کی شدت سے بے حال ہوتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔

فراز کا یہ انداز، یہ سنگ دلی اور کرخت جملے۔ وہ تو بہت نرم مزاج، خوش اخلاق اور ہنسنے ہنسانے والا شخص ہے۔ اس نے آج تک اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ وہ اس کے جذبات و احساسات کا بہت خیال رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے وہ بہت حساس ہے۔ پھر اس کا موجودہ رویہ......؟

اس نے آج تک اس پر اپنی پسند و ناپسند ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی۔

ڈریسنگ کا دروازہ کھل کر بند ہوا تو وہ اپنے سلگتے خیالات سے چونکی۔ وہ ابھی تک اسی زاویے پر بیٹھی تھی۔ ساکت و جامد۔

"کیا ساری رات یوں ہی بیٹھے رہنے کا ارادہ ہے؟"

وہ کپڑے بدل آیا تھا۔ وہ اپنے کسی فعل کے لیے معذرت خواہ نہیں تھا۔ وہ پھر سے کرسی پر بیٹھا سگریٹ سلگاتے بہت لاپروا لگ رہا تھا۔ یکسر اجنبی۔

وہ سارے مسرور کن خیالات جنہوں نے جوہم کے تن من میں ایک خوشگوار سی سنسناہٹ پھیلا رکھی تھی، فراز کی سرد مہری اور درشتی سے نابود ہو گئے۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

"اٹھ کر کپڑے بدلو اور بستر خالی کرو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ رکھائی سے بولا۔

اس نے چپ چاپ بستر سے ٹانگیں نیچے لٹکائیں اور اپنا بھاری لہنگا سنبھالتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اگر میری فرمانبردار رہو گی تو فائدے میں رہو گی،

ورنہ نتیجے کی حق دار تم خود ہو گی۔" اس کا لہجہ اور انداز بھی بالکل بدل گیا تھا۔

"اب بت کیوں بنی ہو۔" وہ غرایا۔

"فراز!" اس کے لب تھرتھرائے۔ "آپ کا یہ رویہ۔ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

"کسی سوال و جواب اور اعتراض کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے، سمجھیں۔ اس بات کو اچھی طرح پلے باندھ لو۔"

اس نے ناگواری سے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلی اور قدم اٹھاتا اس کے بالکل قریب آن رکا۔ جوہم کا دم اس کے سینے میں اٹک گیا اور ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں اتر آئیں۔

"اور سنو تمہارے اور میرے مابین جو کچھ ہے اس کی خبر امی کو نہیں ہونی چاہیے اگر انہیں پتا چل بھی گیا تو میں اپنے فیصلوں میں خود مختار ہوں۔ تم سے شادی کے فیصلے میں بھی اور تمہیں اپنی زندگی سے خارج کرنے کے سلسلے میں بھی۔"

وہ پتا نہیں کیا کہہ رہا تھا۔ ایک تواتر سے مقابل کے لبوں سے نکلنے والے الفاظ جیسے اسے چھلنی چھلنی کر گئے۔ اسے چکر سا آ گیا۔ اور آنکھوں کے سامنے تنی دھند نے اس شخص کا ہیولا دھندلا دیا۔

وہ مزے سے بستر پر جا بیٹھا۔ تکیہ جھاڑا۔ سر کے نیچے دبایا اور نیم دراز ہو گیا۔

"جلدی کپڑے بدل کر آؤ۔ مجھے لائٹ آف کرنی ہے۔ روشنی میں مجھے نیند نہیں آتی۔"

وہ اس کے جذبات و احساسات سے قطعی بے پروا تھا۔ وہ یوں مخاطب تھا جیسے وہ اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنا کر نہیں لایا بلکہ وہ اس کی زرخرید غلام ہے۔ ایسی غلام جو اس کے حکم کی پابند ہے جو اس کے حکم پر روئے اور ہنسے گی۔ جو اس کے اشارے پر سانس لے گی۔

وہ چپ چاپ ڈریسنگ میں آ گئی۔ کب کے رکے آنسو گالوں پر بہہ نکلے۔

اس نے کتنی دیر ڈریسنگ میں لگا دی۔ اس کا دل قطعی اس شخص کا سامنا کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا، مگر بعض اوقات انسان کو نہ چاہتے ہوئے بھی بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ وہ تھکے تھکے قدموں سے ڈریسنگ سے باہر آئی تو وہ بتی بجھا کر کروٹ بدل چکا تھا۔ اس کے دل کو دھکا سا لگا۔ کیا کوئی شخص اتنی سرد مہری بھی برت سکتا ہے اور پھر وہ کوئی غیر نہیں اس کا چچا زاد ہے۔ بچپن سے اس کا اس کے گھر آنا جانا ہے۔ ان دونوں کی ہمیشہ سے بہت بنتی رہی ہے۔ پھر یہ عناد کے لیے گنجائش کہاں سے نکل آئی۔

وہ سامنے کرسی پر تھکے تھکے انداز میں ڈھے سی گئی۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں دیکھنے کی عادی ہوئیں تو اس نے بغور بیڈ کی طرف دیکھا۔ وہ چت لیٹا تھا۔ آنکھیں بند کیے۔ غالباً سو چکا تھا۔ وہ صبح تک سو نہ سکی۔ کرسی پر بیٹھے بیٹھے اکڑ گئی۔ کم از کم وہ انسانیت کے ناتے اس کے آرام کا خیال تو رکھ ہی سکتا تھا۔

چڑیوں کے چہچہانے کی آواز پر وہ کھڑکی میں آن کھڑی ہوئی۔ باہر کی ٹھنڈک نے اس کی جلتی آنکھوں کو جیسے تقویت سی پہنچائی۔ اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔ ساری رات خود سے الجھتے، جھگڑتے وہ بہت ادھ موئی ہو رہی تھی۔ زندگی کے عملی دور کی ابتدا ہی اتنی تھکا دینے والی تھی کہ اس کا ذہن مزید کچھ بھی سوچنے کے لیے ماؤف تھا۔

"وہاں کیوں کھڑی ہو؟" اس کی کرخت آواز اس کے تعاقب میں چلی آئی۔

وہ پلٹی مگر منہ سے کچھ نہیں کہا البتہ آنکھوں میں پانی تیزی سے جمع ہوتا گیا۔

"رات تو آرام سے گزری؟" وہ یقیناً طنزیہ پوچھ رہا تھا۔

"فراز! میں آپ کی بیوی ہوں اور اس رشتے میں آپ کی پسند شامل تھی۔ ایسا رویہ تو کوئی اس ہستی کے ساتھ بھی روا نہیں رکھتا جو زبردستی زندگی میں شامل ہو۔" اس کا گلا رندھ گیا تھا۔

"یہ تم سے کس نے کہا کہ تم میری پسند ہو؟"

"کیا مطلب!"

SCAN & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

وہ گنگ سی رہ گئی۔ ایک دکھ کا احساس اس کے روم روم میں جاگزیں ہو گیا۔

"میں نے سوچا، تمہاری غلط فہمی دور کر دوں۔ تم سمجھتی ہو تم میری پسند سے میری زندگی میں شامل ہوئی ہو۔ حالانکہ یہ امی کا مطالبہ تھا۔ اٹھتے بیٹھتے وہ تمہیں بہو بنانے کے لیے میرے کان کھاتی تھیں میں کیا کرتا۔ ان کی خواہش کے سامنے سر جھکا دیا اور پھر سعادت مندی کا تقاضا بھی یہی تھا۔"

کتنے ہی لمحے خاموشی کی نذر ہوئے۔ شدتِ برداشت سے جوہم کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ یہ کیسا انکشاف ہے۔ وہ کیسے بھول سکتی ہے۔ وہ شخص بلاناغہ اس کے گھر کے چکر لگاتا تھا۔ اس سے لگاوٹ کا مظاہرہ کرتا تھا۔ اس کے ہاتھ کی بنی کافی ضرور پی کر جاتا۔ وہ جس پر موسم کی شدت بھی اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔

"بہر حال جو بھی ہوا، ہو گیا۔ مگر اب تمہیں اپنی حیثیت نہیں بھولنی چاہیے۔ میں بیویوں کو زیادہ سر چڑھانے کا قائل نہیں اور یہ بھی سن رکھو کبھی اپنی قابلیت اور اپنی ڈگری کا رعب مجھ پر جمانے کی کوشش نہ کرنا۔"

کیا محبت کرنے والی نظریں اس طرح بھی بدل جاتی ہیں۔ اس سے زیادہ حیران کن بات اس کی ساری زندگی میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ زندگی گزارنے کے متعلق اس کے کتنے ارفع خیالات تھے۔ وہ اصولوں کے تحت زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ وہ سوچتی تھی زیست کی کٹھن راہوں میں مرد، عورت کا ساتھی ہے۔ اس کی قوت اس کا بازو ہے۔

مگر پہلے قدم پر ہی دھچکا سا لگا۔

خدیجہ کہتی تھی۔

"مرد عورتوں کے حقوق پامال کرتے ہیں، ان پر جائز و ناجائز دباؤ ڈالتے ہیں" اور وہ کتنے پر یقین لہجے میں اس کی بات کاٹ دیتی تھی۔

"خدا نے مرد اور عورت کو مساوی درجہ دیا ہے۔ دونوں کے حقوق برابر ہیں پھر حاکم و محکوم کا کیا سوال اور مرد جتنا بھی سخت گیر ہو، عورت کا ایثار اسے جیت لیتا ہے۔"

اس کے کانوں میں خدیجہ کا ہیولا چلایا۔

"یاد رکھو۔ مرد کی اعلا ظرفی کا جو خاکہ تم نے ذہن میں بنا رکھا ہے حقیقی معنوں میں مرد اس سے بہت مختلف ہے۔ کینہ پرور، حاسد، ظالم اور...." اسی دم دروازہ بجا۔

"دیکھو کون ہے۔" فراز نے شانِ بے نیازی سے حکم دیا۔

وہ دوپٹہ درست کرتی دروازے کے قریب آ گئی۔ باہر چچی تھیں۔

"اٹھ گئیں بیٹی۔" ان کا لہجہ محبت میں گندھا تھا۔

"جی!" اس نے پلکیں تیزی سے جھپک جھپک کر آنکھوں میں جمع ہونے والے پانی کو باہر امڈنے سے روکا۔

"اور فراز؟"

"جی وہ سو رہے ہیں۔"

اس نے گردن گھما کر بستر کی طرف دیکھا۔ وہ سوتا بن گیا تھا۔

"ٹھیک ہے بیٹی! تم اسے جگا دو، میں ناشتا لاتی ہوں۔ پھر تم کپڑے بدل کر تیار ہو جانا۔ ابھی مہمان تمہارے کمرے میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اور سنو ولیمے کے لیے پارلر سے بکنگ کرائی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی کہ دوپہر میں ہی دلہن کو بھیج دوں۔"

"جی امی! میں تیار رہوں گی۔" وہ سعادت مندی سے بولی۔

چچی کے جانے کے بعد وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے بیڈ کے قریب آ گئی۔ فراز آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ کیا وہ سچ مچ سو گیا یا بن رہا تھا۔

"سنیے۔" اس نے مدھم لہجے میں پکارا۔

وہ بے سدھ پڑا رہا۔

"فراز... اٹھ جائیے۔ امی ناشتہ لا رہی ہیں۔" اس نے جھجکتے جھجکتے اس کا بازو ہلایا۔

"کیا بد تمیزی ہے۔" وہ ایک دم اٹھ بیٹھا۔ ماتھے پر ناگواری کے بل نمایاں ہو گئے۔

"امی ناشتا لا رہی ہیں۔" وہ اس کے انداز پر سہم گئی۔

"ناشتہ لا رہی ہیں تو کوئی قیامت نہیں آ گئی۔ ابھی ابھی آنکھ لگی تھی مگر تمہیں میرا آرام گوارا نہیں۔ پتا نہیں کیسی بیوی ہو۔ پھوہڑ اور ناکارہ۔ بیویاں اپنے شوہروں کے آرام کا خیال رکھتی ہیں مگر یہاں ایک دم عقل سے عاری ہستی سے پالا پڑا ہے۔ کیا ساری عقل پڑھائی میں غارت کر دی۔ شادی کے بعد کی زندگی کے لیے بھی تھوڑی بہت بچا رکھنی تھی۔"

وہ لب کاٹتے پلکوں پر جمع ہونے والے موتیوں کو بکھرنے سے نہ روک سکی۔

فراز کا یہ انداز اس کے لیے بے حد اذیت کا باعث تھا۔ وہ بنس مکھ فراز کیا ہوا۔ وہ اس کی جذبے لٹاتی آنکھیں کیا ہوئیں۔ یہ تو کوئی بہت غصیلا شخص تھا۔ ایسا شخص جس نے اس کے خلاف اپنے دل میں نامعلوم کن وجوہات کی بنا پر بغض اکٹھا کر رکھا ہے اور نہ جانے کن بنیادوں پر اس کی تذلیل پر کمر بستہ ہے۔

"سنو میرے لیے کپڑے نکال دو۔ میں نہاؤں گا۔"

ایک اور حکم ملا۔

وہ چپ چاپ وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔

"اور سنو۔ میرے سامنے یہ رونی صورت بنانے کی ضرورت نہیں۔ عورت کے آنسوؤں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

سلگتا جملہ جس نے اس کے دل کے سارے لطیف جذبات خاکستر کر دیے۔ خاکستر تو وہ اس کے پہلے سامنے پر ہی ہو گئی تھی۔

"کون سے کپڑے نکالوں؟" اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"اب یہ بھی مجھے بتانا ہو گا۔ وہاں ہینگر میں کریم کلر کا سوٹ لٹکا ہے۔"

امی ناشتہ اندر لائیں تو فراز باتھ روم میں نہا رہا تھا۔

"ٹھیک ہو نا بیٹی۔ تمہارے چہرے سے معلوم ہو رہا ہے جیسے تم بہت تھک گئی ہو۔ جب مہمان ولیمے کے بعد چلے جائیں گے تو تمہیں نسبتاً آرام ملے گا۔"

"میں ٹھیک ہوں امی۔" ان کے شفقت بھرے لہجے پر وہ بکھرنے لگی۔

"ناشتا خوب پیٹ بھر کر کرنا۔ تم نے رات بھی برائے نام ہی کھایا تھا۔"

"جی بہتر۔"

فراز کے باہر نکلنے تک اس نے ناشتے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ وہ تولیے سے بال رگڑتا کمرے میں آیا تو وہ بولی۔

"آپ کے لیے چائے بناؤں۔"

"یہ بھی پوچھنے کی بات ہے۔"

وہ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر گنگناتے ہوئے بال سنوارنے لگا۔ کمرے میں اس کی موجودگی سے یکسر بے پروا۔ وہ چائے کا کپ بنا کر اس کی پشت پر آ گئی۔

"چائے۔" مگر چائے کے پہلے گھونٹ کے ساتھ اس نے کپ میز پر پٹخ دیا۔

"عجیب بیوی ہو۔ تمہیں ابھی تک اتنا بھی معلوم نہیں کہ میں چائے میں میٹھا کم لیتا ہوں۔ آخر شادی سے پہلے تم مجھے کافی بنا کر پلاتی رہی ہو۔ تمہیں ابھی تک میری پسند و ناپسند کا اندازہ نہیں ہوا۔"

اس کی بات بے بات جھلاہٹ کم از کم اس کے لیے بہت تکلیف کا باعث تھی۔

"سوری۔ دھیان نہیں رہا۔" وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

"اپنا دھیان قابو میں رکھو۔ مجھے اس طرح کی لاپروائی قطعی پسند نہیں۔"

وہ زہر اگل کر ناشتے کی میز کے سامنے جا بیٹھا۔ خود ہی سلائس پر مکھن لگایا۔ چائے کی دوسری پیالی بنائی اور چپ چاپ کھانے لگا۔ وہ اس کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتی ہے۔ وہ اس مسئلے پر سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

جوہم کو لگا جیسے دفعتاً اس کی دنیا اندھیری ہو گئی ہے اور جیسے اس کے پاس زندہ رہنے کو ایک سانس بھی نہیں بچا۔

"اب سر پر کیا سوار ہو۔ کیا ناشتہ کرتے دیکھ کر نظر لگاؤ گی۔ ویسے بھی میرے پیٹ میں بہت جلد درد شروع ہو جاتا ہے۔" وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ کیا کہتی۔

SCAN & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

ولیمے میں سب ٹھیک تھا۔ وہ سب سے ہنس ہنس کر ملتا رہا۔ دوستوں سے خوب گپیں لگاتا رہا۔ اس کے ساتھ تصویریں بہت خوشگوار موڈ میں کھنچوائیں۔ مووی بنوائی۔ امی اتنے ہنس مکھ داماد کو پاکر بہت خوش تھیں۔ وہ پہلے بھی اس کے بہترین اوصاف کی گرویدہ تھیں۔

جوہم ششدر تھی۔

یہ شخص سچویشن کے مطابق خود کو کس قدر تبدیل کرلیتا ہے۔ سب کے سامنے اس سے لگاؤ کا اظہار کرتے وہ ذرا بھی جھجکتا نہیں لگ رہا تھا۔

مگر رات کمرے میں وہی معاملہ۔ وہ یکسر بدل گیا‘ بالکل گرگٹ کی طرح۔

”میں اگر ملنے والوں کے سامنے تم سے لگاوٹ کا اظہار کروں تو مجھے یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مت دیکھا کرو‘ سمجھیں‘ آخر لوگوں کے سامنے تماشا تو نہیں بنوانا۔ تم سے زیادہ اس معاملے میں مجھے عقل ہے۔“

وہ یہ بھی نہ کہہ سکی کہ اس ایکٹنگ کی کیا ضرورت ہے اور آخر یہ کب تک چلے گا۔

اس دن اس نے نئی بات نکالی۔

”سنو‘ یہ روز روز کی بکواس ٹھیک نہیں۔ میں اکیلا سونے کا عادی ہوں۔ تم اپنا بوریا بستر کہیں اور لگالو۔“

”کہاں؟“ وہ حیران ہوکر اسے دیکھنے لگی۔

”کہیں بھی‘ یہ میرا دردِ سر نہیں۔“

”مگر آپ نے خود کہا ہے کہ امی کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔ اگر میں اس کمرے سے باہر....“ اس نے سادگی سے پوچھنا چاہا۔

”تمہیں کمرے سے باہر جانے کو کون کہہ رہا ہے۔ اتنا پڑھ لکھ کر بھی تم نے گنوادیا۔“ اس نے جھنجلا کر ناگواری سے اس کی بات کاٹی۔

”اس کمرے میں ہی کہیں کونے میں پڑجاؤ۔ میں کل دیوار کے ساتھ صوفہ ڈلوادوں گا۔ وہ تمہارے جہیز میں لایا صوفہ کس دن کام آئے گا۔ کہاں رکھا ہے اسے۔“

”ابھی تو کہیں نہیں۔ امی نے کہا تھا کہ میں اپنی پسند کے مطابق گھر کی سیٹنگ بدل لوں۔“

”پھر ٹھیک ہے۔ کل صوفہ اس کمرے میں رکھوادینا۔ کم از کم میری خلاصی تو ہوگی۔ میں اپنے بستر پر کسی اور کا وجود برداشت نہیں کرسکتا۔“

اس نے یونہی اس لڑکی کی طرف نگاہ اٹھائی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پانیوں کی جھلملاہٹیں تھیں۔

”پھر وہی آنسو۔ تم نحوست پھیلانے پر کیوں کمربستہ ہو آخر۔“

”نہیں تو۔“ اس نے گھبرا کر ہتھیلیوں کی پشت سے آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

یہ تو جوہم کو اچھی طرح اندازہ ہوگیا‘ اس کا شریک سفر اپنی ہستی کے سوا کسی کو اہمیت دینے پر تیار نہیں مگر جیسے اس نے بھی تہیہ کرلیا۔ وہ اپنی خدمت گزاری سے اس کا دل جیت کر رہے گی۔ اسے اپنا ہم خیال بنا کر دم لے گی۔ اپنی ریاضتوں سے اپنے وجود کو منوالے گی۔ وہ اگر لاپروا ہے تو وہ بھی بزدل نہیں۔ وہ مردانہ وار حالات کا مقابلہ کرے گی۔ وہ اگر اس سے نالاں ہے‘ اس سے متنفر ہے تو وہ اس کے دل میں اپنا مقام پیدا کرکے رہے گی۔

♥ ♡ ♡ ♥

چچی کی بہن بیمار تھیں۔ انہیں چند دنوں کے لیے دوسرے شہر جانا پڑ گیا۔

”میرا جانا ضروری ہے بیٹی! اگر مجھے وہاں زیادہ دن بھی لگ گئے تو مجھے فراز اور گھر کی طرف سے کوئی فکر نہیں ہوگی۔ انہیں سنبھالنے کو تم جو موجود ہو۔“

”آپ بے فکر رہیں امی! میں سب سنبھال لوں گی۔“

”جیتی رہو بیٹی۔“

فراز امی کو اسٹیشن چھوڑنے گیا تھا۔ وہ کچن میں گھسی اس کی پسند کے مطابق رات کا کھانا تیار کرنے میں جتی رہی۔ وہ جلدی جلدی ہاتھ چلارہی تھی۔ فراز کے آنے سے پہلے سب تیار ہونا چاہیے۔ وہ جانتی تھی فراز کو بھوک بالکل بھی برداشت نہیں ہوتی۔ یہ بات اسے چچی نے بھی بہت اچھی طرح سمجھادی تھی۔

”امی! آپ فکر نہ کریں میں فراز کا خیال رکھوں گی۔“

وہ بہت سادہ سی کھڑی تھی۔ بے رنگ اور بے اثر۔

”اور سنو۔ خود سے لاپروا نہ رہا کرو۔ اگر مرد کو گھر میں کوئی کشش نہ ملے تو وہ باہر کی طرف کھنچتا ہے۔“

چچی کی چھوٹی موٹی دوسری نصیحتیں۔ وہ بغور سنتی رہی اور انہیں گرہ سے بھی باندھ لیا۔ وہ اپنے فرائض منصبی کی تکمیل کے لیے اپنا سارا ضبط آزمائے گی۔ بہرحال حالات کو نارمل رکھنا سراسر اس کی ذمہ داری ہے اور اب تو چچی اس کے کندھوں پر گھر کا بوجھ ڈال کر جارہی ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں اسے قطعی اپنی نااہلی کا ثبوت نہیں دینا چاہیے۔

وہ اپنے دکھ کے ماتم کے بجائے باعزم تھی۔ بہت باحوصلہ۔

باہر بائیک کا ہارن بجا۔

وہ سرعت سے میز پر کھانا لگانے لگی۔ اس کے دل میں کبھی کبھی یہ خواہش شدت سے سر اٹھالیتی تھی۔ فراز کبھی اس کے سگھڑاپے کی تعریف کرے۔ اس کے پکائے کھانوں کی لذت کا ذکر کرے۔ کبھی اس کی دلجوئی کرے۔ کبھی اس کے کانوں میں اپنی باتوں کا شہد ٹپکائے۔ انسان کی بعض حسرتیں بسا اوقات ناتمام رہتی ہیں۔

ایسی ہی کسی حسرت کی تکمیل سے پہلے کہیں اس کا دم نکل گیا تو۔

وہ سالن کا ڈونگا رکھتے ایک جھٹکے سے مڑی۔ اس کی عین پشت پر فراز موجود تھا۔ وہ ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

”دیکھ کر نہیں چلا جاتا کیا۔“

”بے خیالی میں دھیان نہیں رہا۔“ اس نے اس کا طنزیہ لہجہ نظرانداز کردیا۔

”کیا پکایا ہے؟“

”آپ کی پسند کا چکن قورمہ اور پلاؤ۔“ اس کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

”بھلا کیا ضرورت تھی۔ دوپہر کا سالن موجود نہیں تھا کیا۔ کفایت شعاری بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ عورتیں تو اس معاملے میں بہت تیز اور سمجھ دار ہوتی ہیں مگر نجانے تم کیسی عورت ہو۔ روپے کوئی درختوں پر تو نہیں لگتے جو بے دریغ لٹائے جائیں۔ روپیہ کمانے کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے۔ اگر کفایت شعاری کروگی تو کچھ رقم ہی پس انداز ہوگی۔“

وہ ڈپٹ کر کہتا رہا۔

جوہم چوروں کی طرح سر جھکائے کھڑی رہی۔ وہ اس کے کسی کام سے خوش ہو‘ ناممکن۔ اس دن سورج کہیں اور سے نکلے گا جب وہ اس کے کسی عمل کو سراہے گا۔

”میں نے سوچا‘ شاید آپ دوپہر کا کھانا پسند نہ کریں۔ اس لیے میں نے......“

باقی کا جملہ آنسوؤں کی یورش میں دب گیا۔

”خود ہی ہر بات نہ سوچ لیا کرو۔ پوچھ لینے میں کوئی ہرج نہیں ہوتا۔ پتا نہیں تم جیسی پڑھی لکھی لڑکیاں یہ کیوں سمجھ لیتی ہیں کہ وہ ہر معاملے میں ارسطو ہیں۔“

اس کی نگاہیں سرد تھیں اور لہجے میں حقارت۔

اس نے کھانا نہیں کھایا۔ وہ سیدھا کمرے میں چلا گیا۔ اور جوہم اس کی خفگی کا سوچ سوچ کر لرزتی رہی۔

”کافی لاؤں؟“ وہ اس کے پیچھے ہی اندر آگئی۔

”کوئی ضرورت نہیں۔“

”اچھا آپ کھانا تو کھالیں۔ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔“

”مجھے تمہارے ہاتھ کا کھانا کھانے کا کوئی شوق نہیں۔ پتا نہیں امی کو کیا گُن نظر آئے تھے جو ایسی بدسلیقہ لڑکی کو میرے سر تھوپ دیا۔ ساری زندگی برباد ہوگئی۔“

وہ بڑبڑانے سے زیادہ اسے سنا رہا تھا۔ وہ ہر بار اپنی مخصوص قسم کی بدزبانی پر اتر آتا تھا۔ اتنا وہ سمجھ گئی تھی۔ وہ امی کے جانے کے بعد زیادہ شیر ہوگیا ہے۔

”سنو‘ کل سے تمام فضول خرچی بند۔ دوپہر میں جو پکے گا وہی شام کو بھی چلے گا اور اگلے دن بھی۔ ہم دو بندے ہیں اور کھانا دس لوگوں کا پکتا ہے۔ غضب خدا کا۔ امی نے ذرا بھی کنٹرول نہیں رکھا۔ اور اپنی بہو کو

SCAN & PDF
FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

بے لگام چھوڑ دیا۔ محترمہ! مانا کہ آپ کے گھر والے کھاتے پیتے لوگ ہیں مگر آپ کو یہاں ہماری چادر کے مطابق پاؤں پھیلانا ہو گا۔ کیا چاہتی ہو تم۔ تمہاری فضول خرچی کے باعث میں کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جاؤں۔ ترقی کرنے کے بجائے برباد ہو جاؤں۔"

وہ ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا رہا تھا۔

وہ گنگ تھی۔ کہتی بھی کیا۔ سب الٹا پڑتا۔

"ناشتے میں انڈے بند۔ صرف مجھے ایک انڈا فرائی کر کے دیا کرو۔ کل سے میں خود انڈے گن کر رکھا کروں گا۔ آج کل کی عورتوں کا کیا بھروسہ۔ شوہر کے سامنے کھانا نہ کھانے کا بہانہ کرتی ہیں اور عدم موجودگی میں سارا صفایا۔" اتنی کم ظرفی۔

وہ اسے اتنی ہی ندیدی سمجھتا ہے۔ اتنی ڈھونگی۔ ہتک کا احساس اسے سر سے پیر تک ہلا گیا۔

یا خدا اس کے خیالوں اور خوابوں کی اتنی بھیانک تعبیر۔ اسے لگا جیسے وہ بلند و بالا عمارت سے زمین پر گر پڑی ہو اور اس کا جوڑ جوڑ ٹوٹ گیا ہو۔

اگلی صبح فراز نے اپنے کہنے پر عمل کیا۔ اس نے فریج خالی کر دیا۔ دوپہر کا گوشت اور سبزی رہنے دی اور ناشتے کے لیے ایک انڈا ایک وقت کی چائے کے لیے دودھ۔

"پلیز فراز! مجھے اتنا تو اپنی نظروں میں مت گرائیے۔" وہ رو نکھی ہو گئی۔

"عورت کو اپنے گھر کے اصولوں پر چلانا مرد کا فرض ہے اور پھر تم تو خود بھی اصول پسندی کے گن گاتی رہی ہو۔ زندگی کو حقیقت کے آئینے میں دیکھنے کی حامی رہی ہو۔"

"مگر۔"

"تو اگر مگر۔ میں بحث پسند نہیں کرتا اور اگر تمہیں میرے اصولوں پر چلنا پسند نہیں تو تم بخوشی اپنے میکے جا کر بیٹھ سکتی ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

فراز کی بات پر جو ہم سناٹے میں رہ گئی۔ اتنی بڑی بات اس نے کتنی آسانی سے کہہ دی۔

"سنو' آج میں دوپہر میں گھر آؤں گا۔ کھانا وقت پر تیار ملنا چاہیے۔" وہ آفس جانے کے لیے تیار تھا۔

"میرا رومال کہاں ہے؟"

"دراز میں۔" وہ کچن میں برتن رگڑنے میں مصروف تھی۔

"میں خود جاؤں۔ کیا اپنے مجازی خدا سے کام کراؤ گی۔ اب نوبت یہاں تک آگئی۔ تمہاری تعلیم نے شوہر کی کیا یہی عزت کرنا سکھائی ہے۔"

وہ تاک تاک کر الفاظ اچھالتا تھا۔ وہ دعا کرتی یا خدا اس کا پیمانہ صبر لبریز نہ ہو ورنہ سب ختم ہو جائے گا۔ وہ اپنا صبر اس وقت تک آزمانا چاہتی تھی جب تک اس کے اعصاب برقرار ہیں۔

"یہ رومال لیجیے۔" وہ اس کے سامنے آگئی۔

"لگتا ہے' تمہیں وفا پرست بیوی کے سلسلے میں وقتاً فوقتاً لیکچر دینا پڑے گا۔ کیوں ٹھیک ہے ناں۔"

جو ہم نے دیکھا۔ اس کی چمکیلی آنکھوں میں اس کے رویے کی بابت کہیں ندامت کی رمق نہیں تھی۔

"کھانا تیار رکھنا۔ فرسٹ کلاس۔ دوپہر میں آؤں گا۔" وہ سیٹی پر شوخ سی دھن بجاتے بائیک کی طرف بڑھ گیا۔

کافی کام پڑا تھا۔ مشین لگا کر اس نے کپڑے دھوئے۔ بیڈ روم کی ڈسٹنگ کی۔ فراز اپنی ساری چیزیں بکھیر دیتا تھا۔ اس کی الماری سے کپڑے نیچے فرش تک آرہے تھے۔ اس کا شیونگ سامان' اس کا تولیہ' اس کے جوتے۔ اگر اس کی کوئی چیز ٹھکانے پر نہ ملتی تو وہ بہت اودھم مچاتا تھا۔ جلدی جلدی کام نمٹتے بھی دوپہر سر پر آگئی۔ وہ ہنڈیا بھون رہی تھی جب فون کی گھنٹی پر وہ اندر لپکی۔

خدیجہ کا فون تھا۔

"کیسی ہو جو ہم! مزے میں' گزر رہی ہو گی۔ دولہا بھائی کے ساتھ خوب انڈر اسٹینڈنگ ہے یا حاکم و محکوم والا چکر ہے۔" اس نے ایک ہی سانس میں مختلف سوال پوچھ ڈالے۔

"سب ٹھیک ہے۔ تو بتا بے مروت اتنے عرصے بعد یاد کیسے آگئی؟"

جو ہم خفا ہو گئی۔

"بس یار! مصروفیت ہی مصروفیت رہی۔"

"کیا شادی کروالی؟" وہ ہنسی۔

"میرے سلسلے میں تجھے بس ایک ہی بات سوجھتی ہے۔ ارے اور بھی غم ہیں زمانے میں شادی کے سوا۔ تم بتاؤ تمہارا شادی کا تجربہ کیسا رہا۔"

"بہت اچھا۔" جو ہم نے اپنی آواز کو ٹوٹنے نہ دیا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم فراز کے ساتھ بہت خوش ہو گی۔"

"کچھ اپنے متعلق بھی بتاؤ خدیجہ۔" اس نے یہ تکلیف دہ موضوع بدل دیا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں اور ہمیشہ کی طرح آزاد' خوش باش۔"

"اچھا! ہمیشہ خوش رہو۔" وہ ہنس دی۔

فون بند کر کے وہ کچن میں آئی تو دھک سے رہ گئی۔ جلدی میں وہ بھونتی ہنڈیا کے نیچے آگ جلتی چھوڑ گئی تھی اور نتیجہ سامنے تھا۔ ساری ہنڈیا جل گئی۔ خدیجہ سے گفتگو کے دوران بے دھیانی میں دھیان نہیں رہا مگر اب جیسے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ فریج بالکل خالی تھا۔ کوئی سبزی موجود نہیں تھی۔ نہ ہی مزید گوشت جو نکال کر پکا لیتی۔ اور فراز کے آنے کا وقت قریب ہو رہا تھا۔ کسی بھی لمحے اس کی بائیک کا ہارن سنائی دے جاتا۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اسے رونا آرہا تھا۔ یہ کیا مصیبت ہو گئی۔

فراز کی بائیک مسلسل ہارن دے رہی تھی اس نے مرے مرے قدموں سے گیٹ کھول دیا۔

"کیا بات ہے' بہری ہو گئی ہو۔ سنائی نہیں دیتا۔" پہلے سامنے پر ہی اس کا کرخت لہجہ سننے کو ملا۔

"کیا کر رہی تھیں جو گیٹ کھولنے میں اتنی دیر لگا دی؟" وہ اتنی آسانی سے بخشتا تھوڑا ہی تھا۔

"میں کچن میں تھی۔" وہ کہہ کر پلٹنے لگی۔

"اچھا! اپنے سرتاج کے لیے کھانا تیار کر رہی تھیں۔ تم کھانا میز پر لگاؤ' میں منہ ہاتھ دھو کر آتا ہوں۔" وہ اس پر ایک نالاں سی نظر ڈالتے اندر چلا گیا۔

وہ پتھر کی طرح اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی۔

"تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو۔ میں تمہیں ڈائننگ روم میں دیکھ بھی آیا۔"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ اس کے پاس جواب دینے کو بچا ہی کیا تھا۔

"اور یہ بدبو کیسی ہے؟" اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔

"کیا جلایا ہے تم نے؟"

"جی' ہنڈیا!"

"ہنڈیا جلا دی۔ کام چور' بدسلیقہ' تمہیں کسی کام کی تمیز نہیں۔ امی کا ریکارڈ ہے کہ انہوں نے اپنی ساری زندگی میں کبھی ہنڈیا جلائی ہو۔ اب میں کیا کھاؤں؟ زندگی حرام ہو گئی میری۔ ایک سے ایک اچھی لڑکی پڑی تھی مگر ایسی ناکارہ سر تھوپ دی گئی۔" وہ بڑبڑ کرتا باہر چلا گیا۔

وہ بازار سے کھانا لے آیا۔ خود ہی کچن میں گیا۔ کھانا نکالا اور وہیں کاؤنٹر کے قریب اسٹول پر ٹک کر کھانے لگا۔ مرغ روسٹ تھا اور روغنی نان۔ جو ہم نے کچن کے دروازے سے اندر جھانکا مگر اندر قدم رکھنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ بھوک اسے بھی شدت کی لگی تھی اور وہ بے حس شخص اس گھر میں اس کی موجودگی سے یکسر بے نیاز اپنا پیٹ بھرنے میں مصروف تھا۔

اس کی آنکھوں میں پھر سے دھند بھر گئی۔

میاں بیوی ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی ہوتے ہیں مگر یہ کیسا ساتھی ہے جسے اپنی ذات سے دلچسپی نہیں ہے۔ جسے اپنی شخصیت کے سامنے دوسرے دکھائی نہیں دیتے۔

وہ نڈھال سی پڑی رہی۔ تب ہی وہ سامنے آگیا۔

"چائے بنا کر لاؤ۔ تمہیں پتا ہے ناں میں کھانے کے بعد چائے ضرور پیتا ہوں۔" اس کا چہرہ اترا ہوا تھا اور آنکھیں ضبط کرب سے سرخ۔

SCAN & PDF FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

"سنا نہیں۔ آج کل اونچا سننے لگی ہو کیا؟" وہ غرایا۔

"اور سنو۔ کچن میں تمہارے لیے کچھ کھانا رکھا ہے' کھالینا۔ مگر یاد رکھو روز روز ایسی عیاشیاں نہیں ہوں گی اور آئندہ ایسا نقصان بھی برداشت نہیں ہوگا۔"

وہ چپ رہی۔ کچھ سننا کہنا بے کار تھا۔

وہ چائے بنا کر لے آئی۔ اس کے سامنے کپ رکھ کر جانے کو مڑی۔

"رات کے کھانے کے لیے میں کچھ لادوں گا' پکالینا۔"

"جی بہتر۔" اس نے مختصراً کہا۔

"اور یہ بتاؤ ہنڈیا جلی کیسے۔ کہاں مصروف تھیں؟"

"خدیجہ کا فون آیا تھا۔"

"خدیجہ کا فون۔ کیوں کیا تھا اس نے فون۔ شادی کے بعد یہی لڑکیاں بھڑکاتی ہیں۔ میں ایسی سہیلیوں کے سخت خلاف ہوں۔ شادی سے پہلے بھی یہ تمہیں الٹی سیدھی پٹی پڑھاتی رہتی تھی۔ آئندہ اس کا فون یہاں نہ آئے۔"

ایسے ٹیڑھے شخص کا ساتھ اس کے لیے بہت کٹھن ہے۔ پل پل بدلتے اس شخص کو وہ کیونکر خوش رکھ پائے گی۔ یکلخت اسے لگا جیسے وہ تھکنے لگی ہے۔ جیسے اس کے اعصاب شل ہو چکے ہیں۔ زندگی کے متعلق اس نے کتنے منصوبے بنائے تھے' مگر سب کے سب دھرے رہ گئے۔ اس کے سلگتے خوابوں کی راکھ اس کی آنکھوں میں بکھری تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ بہت دنوں سے اداس تھی۔ اس کا دل امی کی طرف جانے کو چاہ رہا تھا۔ چچی تھیں تو وہ ان کے ساتھ امی سے مل آتی تھی۔ مگر جب سے وہ دوسرے شہر گئی تھیں وہ ایک مرتبہ بھی امی کی طرف نہ جا سکی۔ امی کا فون بھی خراب تھا۔

اس شام اس نے ڈرتے ڈرتے جھجکتے۔ فراز سے کہہ دیا۔

"فراز! میں امی کی طرف جانا چاہتی ہوں۔"

"کیوں؟" اس نے تیوریاں چڑھالیں۔

"اتنے دنوں سے امی سے مل نہیں سکی۔"

"تم ابھی تک میکے کا خیال دل سے نہیں نکال سکیں۔" وہ غرایا۔

"تمہارا دھیان اس گھر کو بنانے سنوارنے میں ہونا چاہیے۔ شادی کے بعد جو لڑکیاں میکے دوڑتی رہتی ہیں وہ کبھی اپنا گھر بسا نہیں سکتیں۔ امی بھی گھر پر نہیں ہیں۔ میرے کھانے پینے کا خیال کون رکھے گا۔ مجھے آفس جانا ہوتا ہے اور سنو تمہاری ایم اے کی ڈگری کس دن کام آئے گی۔ گھر میں بے کار پڑی رہتی ہو۔ کہیں نوکری کیوں نہیں کر لیتیں۔"

"نوکری؟" وہ ششدر رہ گئی۔

"ہاں' آج کل میاں بیوی اکٹھے مل کر گھر کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہنگائی آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ مجھ اکیلے کی تنخواہ سے تمہاری عیاشیاں کہاں تک پوری ہو سکیں گی۔"

وہ رائے نہیں مانگتا تھا۔ حکم صادر کرتا تھا۔

جوہم کو لگا جیسے اس کی کنپٹیاں سلگنے لگی ہیں۔

پہلی مرتبہ اس نے صاف آواز میں کہا۔

"فراز! میں ملازمت کو معیوب نہیں سمجھتی' مگر میں نے شادی کے بعد بھی ملازمت کا نہیں سوچا۔ میں نے تعلیم ذہن اور دل کو منور کرنے کے لیے حاصل کی ہے۔"

"میں فضول کی بکواس سننا نہیں چاہتا۔ کل سے اخبار میں ملازمتوں کے اشتہار دیکھا کرو۔ میں بھی اپنے جاننے والوں سے تمہارے لیے بات کروں گا۔"

اس نے جیسے بات ہی ختم کردی۔

اس دوپہر فراز ابھی تک آفس سے نہیں لوٹا تھا۔ وہ کھانا تیار کر کے ابھی ابھی فارغ ہوئی تھی۔ نہانے کے لیے کپڑے استری کر رہی تھی' جبھی گیٹ کی بیل بجی۔

اس وقت کون ہو سکتا ہے۔ یہ فراز کے آنے کا وقت نہیں اور فراز ہمیشہ بائیک کا ہارن بجاتا تھا۔ وہ

سنبھالتی گیٹ کی طرف آگئی۔

سامنے خدیجہ تھی۔

"تم کب آئیں؟" خدیجہ کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔

"جب تم نے دیکھا۔" خدیجہ باقاعدہ اس کے گلے لگ گئی۔

"میں نے سوچا' اب کے تمہیں سرپرائز دیا جائے۔ اچانک مجھے سامنے دیکھ کر تم چونک گئیں نا۔ ویسے میرے پاس تمہارے لیے ایک سرپرائز اور ہے۔"

"کیسا سرپرائز۔" جوہم نے اشتیاق سے پوچھا۔

"پہلے اندر تو چلو۔ یہیں گیٹ پر کھڑے رکھو گی کیا۔"

"ہاں اندر آؤ۔" وہ خجل سی ایک طرف ہوگئی۔

"گھر تو اچھا سنوارا ہے۔" خدیجہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم سناؤ' فراز سے کیسی نبھ رہی ہے۔ بہت مزے میں گزر رہی ہوگی۔ فراز بے حد سلجھا ہوا انسان ہے۔ تم خوش قسمت ہو جو فراز تمہارا شریک سفر بنا۔"

"تم کسی سرپرائز کی بات کر رہی تھیں' خدیجہ!"

جوہم نے بات بدل دی۔ اس کے چہرے پر ایک تاریک سایا لہرایا تھا۔

"ہاں بوجھو تو۔"

"تم ہی بتاؤ۔ فی الحال میری عقل کام نہیں کر رہی۔"

"بات دراصل یہ ہے جوہم! کہ میں نے شادی کر لی ہے۔"

"شادی!" خدیجہ کے انکشاف پر وہ جیسے حیرت کی زیادتی سے چیخی تھی۔

"کب' کہاں اور کس سے۔ اور بے مروت اتنا دوستی کا دم بھرتی تھیں۔ مجھے اپنی شادی پر بلایا بھی نہیں۔ ذرا ہوا تک نہیں لگنے دی۔ میرے سامنے ہمیشہ انکار کیا اور اتنا بڑا معرکہ سر کر آئیں۔"

جوہم ایک ہی سانس میں بولے چلی گئی۔

"بس کیا بتاؤں جوہم! سب اتنا جلدی میں ہوا کہ تمہیں بتانے کی مہلت ہی نہ ملی۔ تمہیں ہی کیا کسی کو بھی شادی پر نہیں بلایا۔ سادگی سے نکاح ہوگیا اور بس۔ دراصل اس شادی میں میری رضامندی قطعی نہیں تھی۔ ابا کے دوست کا آخری وقت قریب آیا تو مجھے قربانی کا بکرا بنا دیا گیا۔ ابا کے دوست مرنے سے پہلے اپنے بیٹے کا گھر بسا دیکھنا چاہتے تھے لہٰذا میں ہی قابو میں آئی۔" خدیجہ نے بتایا۔ جوہم دم بخود بیٹھی تھی۔

"اکیلی آئی ہو۔"

"نہیں شاہد بھی ساتھ ہیں۔ وہی مجھے یہاں چھوڑ کر گئے ہیں۔"

"انہیں اندر لانا تھا ناں۔"

"کوئی ضروری کام تھا۔ واپسی پر مجھے لینے آئیں گے تو تم سے ملوادوں گی۔"

جوہم نے دیکھا' وہ پہلے سے زیادہ ہشاش بشاش اور تروتازہ لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ستاروں کی ساری روشنیاں بھری تھیں اور لبوں پر مسکراہٹ۔

"کیسا پایا تم نے اپنے میاں کو۔"

"بس کچھ نہ پوچھو۔" وہ ایک دم کھلکھلائی۔

"پھر بھی۔"

"تمہارے نظریات کا عملی پیکر۔ تمہارے اصولوں کا زندہ ثبوت۔ تم اپنے کہنے میں سچی تھیں جوہم! شاہد نے میری زندگی میں آکر مردوں کے متعلق میرے خیالات بدل دیے ہیں۔ پہلے پہل میں نے سوچا یہ سب رسمی دکھاوا ہے چند دنوں بعد وہ اپنی اصل صورت دکھا دے گا۔ نقاب کے پیچھے سے اس کا بھیانک چہرہ نمودار ہوگا مگر ازدواجی زندگی کے متعلق میرے سارے خدشات بے بنیاد ثابت ہوئے۔"

خدیجہ کی باتیں سن کر جوہم کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے چھلک پڑے۔ اس نے جلدی سے آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

شاید یہی ہوتا ہے۔ شدید خواہشات لاحاصل ہوتی ہیں اور یہ خواہشات ان لوگوں کا مقدر بن جاتی ہیں جنہوں نے کبھی ان کی حسرت نہ کی ہو۔

SCAN & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

خدیجہ اپنی رو میں باتیں کیے جارہی تھی۔ اس نے جوہم کے چہرے کے اتار چڑھاؤ پر غور نہیں کیا۔

"شاہد کو پاکر احساس ہوتا ہے میں نے اتنے برس بے کار کر دیے۔"

خدیجہ مسکرائی۔ پھر اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر چونکی۔

"یہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا۔ رو رہی ہو کیا؟"

"نہیں تو۔" یوں زبردستی مسکرانا کتنا کٹھن ہے۔

"پھر!"

"تم اپنے بارے میں بتاؤ بہت خوش ہو ناں۔"

"بہت خوش۔" اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"ارے یار' اتنی دیر ہو گئی۔ میں نے تم سے چائے کا پوچھا ہی نہیں۔ ویسے بھی یہ کھانے کا ٹائم ہے۔ فراز آلیں تو پھر اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ ویسے وہ اس وقت تک آجاتے ہیں۔ تم بیٹھو میں چائے بناتی ہوں۔"

جوہم خود کو سنبھال چکی تھی۔ وہ اٹھنے کو تھی کہ کال بیل بجی۔

"یہ شاہد کے بیل بجانے کا انداز ہے۔" خدیجہ فوراً بولی۔ شاہد کے ذکر پر اس کے چہرے پر مزید تازگی بکھر گئی۔

واقعی گیٹ پر شاہد ہی تھا۔ اچھا خاصا پرکشش شخص۔ سلجھا ہوا اور پڑھا لکھا۔ بااخلاق۔

"کیسی ہیں آپ! خدیجہ کی باتوں میں زیادہ تر ذکر آپ کا ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ کو نہ دیکھنے کے باوجود میرے ذہن میں آپ کا مکمل خاکہ تھا۔"

"خدیجہ تو بس پاگل ہے۔" وہ مسکرائی۔

"ہرگز نہیں۔" خدیجہ بھی مسکرائی۔

"آپ بیٹھیے میں چائے لاتی ہوں۔"

وہ مستعدی سے کچن کی طرف چلی گئی۔ جلدی سے چائے کا پانی کیتلی میں ڈال کر چولہے پر رکھا۔ چائے کے برتن ترتیب دیے اور کیبنیٹ سے بسکٹ نکال لیے۔ پہلی مرتبہ جوہم کو کوفت کا احساس ہوا۔ گھر میں بسکٹ کے علاوہ اور کچھ موجود نہیں۔ بسکٹ مل گئے یہ بھی غنیمت ہے۔

خدیجہ کیا سوچے گی۔ چائے کے ساتھ محض بسکٹ۔ سارا خرچ فراز نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ وہ گھر میں فالتو اشیاء لانے کا قائل نہیں۔ کم از کم ضرورت کی اشیاء گھر لانے میں کوئی ہرج نہیں۔

"کہاں گم ہو؟" خدیجہ کچن میں آگئی۔

"چائے بس تیار ہے۔" وہ خجالت سے سیدھی ہو گئی۔

"بھئی' اتنے عرصے بعد میں تم سے ملنے آئی ہوں۔ ڈھیروں باتیں کرنے کا پروگرام ہے مگر تم یہاں کچن میں مصروف ہو گئیں۔ صرف چائے کا ایک کپ بنا دو۔ مگر تم ـــــ"

"صرف چائے ہی بنائی ہے۔ چونکہ کھانے کا وقت ہے اس لیے اگر کچھ اسنیکس وغیرہ رکھے تو بھوک ختم ہو جائے گی۔" اس کے اپنے دل میں چور تھا اس لیے اس نے وضاحت لازمی سمجھی۔

"یار! گھر والی بات ہے۔ اتنا پریشان کیوں ہو۔" وہ چائے کی ٹرے اٹھائے لاؤنج میں چلی آئی۔

"خدیجہ! شادی کے بعد کیا تم یہیں منتقل ہو گئی ہو؟"

اس نے چائے سرو کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ لاہور کے کسی بندے سے شادی کرلو سو تمہارے مشورے پر عمل کیا۔" خدیجہ مسکرائی۔

"ہاں جانتی ہوں۔ بہت سعادت مند ہو۔" جوہم ہنسی۔

"اور تمہاری جاب کا کیا ہوا۔ وہ پاگل پن برقرار ہے ابھی تک۔"

"پلیز آپ ہی کچھ سمجھائیں اسے۔ میں تو سمجھا کر تنگ آگیا۔ بھلا کیا ضرورت ہے اتنی محنت کی۔ یہ گھر سنبھالیں اور بس۔" شاہد جوہم سے مخاطب ہوا۔

"اس میں کیا برائی ہے۔ چار پانچ ہزار ماہوار آجاتے ہیں۔ پھر گھر میں ملازم ہے۔ مجھے کوئی خاص کام تو ہوتا نہیں۔"

"بھلا گھر کی دیکھ بھال اور میری دیکھ بھال کوئی کم

ہے۔" شاہد مسکرایا۔

"آپ پانچ بجے گھر آتے ہیں۔ میں سارا دن تنہائی میں اکتا جاتی ہوں۔ ذرا دل بہلاوا ہو جاتا ہے۔"

"دل گھر کے کاموں سے بہلایا کرو۔"

"دیکھیے میں چاہتی ہوں ہم میاں بیوی مل کر گھر کا بوجھ اٹھائیں۔ ہمارے پاس ایک معقول رقم جمع ہو جائے جس سے ہم اپنا چھوٹا سا خوبصورت مکان بنوالیں گے۔"

"میرے بازوؤں میں اتنا دم ہے کہ میں اپنی محنت سے روپیہ کما کر تمہیں خوش رکھنے کی کوشش کروں۔ یہ سراسر میری ذمہ داری ہے۔ عورت کی ذمہ داری گھر کو بہتر طریقے سے چلانا ہے۔"

اور جوہم کے اندر جیسے خاموشی چھا گئی۔ ایسے خیالات رکھنے والے آدمی اسے ہمیشہ سے پسند تھے۔ اس نے فراز کے سلسلے میں بھی انہی نظریات کو پیش نظر رکھا تھا مگر اس کے سارے نظریات ملیامیٹ ہو گئے۔ اس کے سارے اصول بھربھری ریت کی طرح ڈھے گئے۔ ایک پر بھی عمل نہیں ہو سکا۔

وہ افسردہ سی بیٹھی رہ گئی۔

ان دونوں کی گفتگو کے دوران وہ ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکال سکی۔

"آپ ہی سمجھائیں اسے۔" شاہد نے اسے پھر درمیان میں گھسیٹا۔

وہ چونک کر سیدھی ہو گئی۔

"آپ دونوں کا معاملہ ہے۔"

"مگر آپ کی بات اس کی زیادہ سمجھ میں آتی ہے۔"

اسی دم فراز کی بائیک کا ہارن سنائی دیا۔

"اتنی دیر لگا دی' گھر میں مہمان کب سے آپ کے منتظر ہیں۔" جوہم مدھم لہجے میں بولی۔

"کیسے ہیں آپ فراز بھائی۔"

خدیجہ کو سامنے دیکھ کر فراز کے ماتھے کی تیوریاں غائب ہو گئیں۔ وہ اخلاق سے مسکرایا۔ شاہد سے باقاعدہ گلے ملا' یوں جیسے برسوں کی جان پہچان ہو۔ لمحوں میں دونوں گھل مل گئے۔ تب ہی اس کی نظریں فراز سے ملیں اسے اندازہ ہو گیا فراز کی نظریں سرد ہیں۔ اس کے منع کرنے کے باوجود اسے اس کی سہیلی کا گھر میں گھسنا اچھا نہیں لگا شاید۔ حالانکہ اس سلسلے میں اس نے جوہم سے سختی سے بات کی تھی۔

کھانے کے دوران وہ شاہد سے مزے سے گفتگو کرتا رہا۔ اس کے کسی انداز سے ناگواری کا احساس نہیں ہو رہا تھا مگر یہ جوہم بہتر جانتی تھی۔ وہ کس قدر نالاں ہے۔ تب ہی جب سے اس نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔ نہ ہی پانی کا گلاس مانگا نہ پلیٹ میں سالن ڈالنے کو کہا۔ وہ خود سارے کام کرتا رہا۔ اس کی خفگی کا احساس اسے بری طرح لرزا گیا۔

"فراز! بھائی آپ نے جوہم کو اس کی آئیڈیل زندگی دی ہے۔ ایک ایسے ہی گھر کی تمنا جوہم کا خواب تھا۔ کیوں جوہم۔"

خدیجہ نے جیسے اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔

وہ چپ رہ گئی۔ نوالہ حلق میں اٹک گیا۔

"جواب دو جوہم۔" خدیجہ مصر تھی اس سے اقرار کروانے کو۔

"ہاں۔" پھنسی پھنسی آواز حلق سے خارج ہوئی۔

فراز کتنی دیر چپ بیٹھا اس کی شکل دیکھتا رہا۔ وہ جانتا تھا' اس کے گم صم ہونے کا کیا پس منظر ہے۔ کھانے سے اس کا جی اچاٹ رہا۔

رخصت ہوتے ہوئے خدیجہ بولی۔

"تمہیں خوش دیکھ کر مجھے بہت اطمینان ہوا ہے جوہم اور تمہارے نظریات نے میری دنیا بھی بدل دی۔ خدا سے دعا ہے کہ ہم دونوں کی خوشیاں برقرار رہیں۔" پھر وہ فراز کی طرف گھومی۔

"آپ آئیے ناں کسی دن جوہم کو لے کر ہماری طرف۔"

"بالکل ہم منتظر رہیں گے۔" شاہد بھی بولا۔

"ضرور۔ کیوں نہیں۔ میں تو کل ہی آنے کو تیار ہوں مگر یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہر شریف شوہر اپنی بیوی سے ڈرتا ہے لہٰذا کہیں آنے جانے کے لیے میں ان محترمہ کی مرضی کا محتاج ہوں۔"

SCAN & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

فراز خوش باش نظر آنے کی اداکاری خوب کر لیتا تھا۔

ان دونوں کے جانے کے بعد فراز ایڑیوں پر اس کی طرف گھوما اور نظروں میں کڑواہٹ بھرتے ہوئے بولا۔

"یہ تم اپنی سہیلی اور اس کے شوہر کے سامنے کس قسم کی ڈرامہ بازی کر رہی تھیں۔ کیا ظاہر کرنا چاہتی تھیں کہ تم میری قید میں ہو۔ میں تم سے انسانیت سوز سلوک کرتا ہوں۔"

"نن..... نہیں۔" الفاظ اور سانس اس کے حلق میں پھنس گیا۔

"میں سب جانتا ہوں۔ تم مجھے بدنام کر کے خود مظلوم بننا چاہتی ہو۔ اپنی سہیلی کو تم نے دیکھا ہے۔ وہ کتنی خوش نظر آرہی تھی ایسی ہوتی ہیں وفا پرست بیویاں جو اپنے شوہروں کی عزت و وقار کو اپنی عزت جانتی ہیں۔"

اس کی زبان زہر اگلتی رہی۔

آناً فاناً ماحول بدل گیا۔ اس کی آنکھوں میں شدت غم سے پانی بھر گیا۔ اور لمحوں بعد ہی گالوں پر بہہ نکلا۔

"یہ ٹسوے میرے سامنے بہا کر خود کو بے قصور ثابت مت کرو۔ انتہائی بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا ہے تم نے۔ تمہاری سہیلی ہنس ہنس کر باتیں کرتی رہی اور تم منہ بسورے بیٹھی رہیں۔ یوں رونی صورت بنا کر تم ہر وقت نحوست پھیلانے پر کیوں کمربستہ ہو۔"

"اور یہ بتاؤ' تم نے خدیجہ کو بلایا کیوں؟ میں نے کہا تھا نا کہ مجھے تمہاری ایسی دوستیاں پسند نہیں۔"

"وہ خود ہی آگئی۔ اچانک۔"

"اچانک۔ چہ خوب۔" وہ بھنویں سکیڑ کر بولا۔ "ایسے اتفاقات کو خوب سمجھتا ہوں جو جان بوجھ کر ترتیب دیے جاتے ہیں۔ میں عورتوں کے تمام ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہوں۔ تم خود اپنا اعتبار کھو رہی ہو۔ مجھے مجبور نہ کرو کہ آئندہ سے میں جاتے ہوئے گھر کو باہر سے تالا لگا کر جایا کروں۔" یہ اس کے ذہن کی نئی اختراع تھی۔

جوہم کو دھچکا سا لگا۔

وہ رات بھر چپکے چپکے تکیے میں منہ دیے روتی رہی اور وہ مزے سے سوتا رہا۔

رات بھر جاگنے اور اندرونی خلفشار کے باعث صبح وہ بستر سے اٹھ ہی نہ سکی۔ اس کا سارا بدن بخار میں پھنک رہا تھا۔ سر بھاری ہو رہا تھا اور آنکھیں جل رہی تھیں۔

"میرے لیے ناشتا کون بنائے گا؟" دفعتاً اس کا کندھا زور سے جھنجھوڑا گیا۔

جوہم نے بمشکل آنکھیں کھول کر دیکھا۔ فراز اس پر جھکا ہوا تھا۔

"رات بھر پہرا دیتی رہی ہو جو آنکھ نہیں کھل رہی۔"

سخت انداز' درشت لہجہ' وہ پہلے ہی حساس ہو رہی تھی۔ اس کے غصیلے لہجے پر اس کی آنکھوں کی سطح گیلی ہو گئی۔

"مہارانی صاحبہ! میں آپ کو یہاں آرام کرانے نہیں لایا۔ اپنی خدمت کرانے لایا ہوں۔"

بخار کی حدت سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ کیا اسے نظر نہیں آیا یا جان بوجھ کر انجان بن گیا۔ جب اسے اس کی پروا نہیں تو وہ بھی اسے اپنی طبیعت کی خرابی کا نہیں بتائے گی۔ کیا فائدہ ہوتا۔ وہ کون سا پریشان ہو جاتا۔ اس کے نزدیک وہ محض ایک بے کار اور فالتو شے ہے اور کچھ نہیں۔

وہ ضبط سے اٹھ بیٹھی۔ بمشکل کھڑی ہوئی تو سر زور سے چکرایا۔

"پھر اداکاری۔ تمہیں تو اداکاری پر ایوارڈ ملنا چاہیے۔"

ناشتا بناتے کتنی مرتبہ اسے لگا جیسے وہ تیورا کر فرش پر گر پڑے گی۔ مگر وہ جتی رہی۔ اس کی خوددار طبیعت کو گوارا نہ ہوا۔ وہ اس شخص سے رحم کی بھیک مانگ لے۔

وہ ناشتے کی ٹرے اندر لائی تو لڑکھڑا سی گئی۔ وہ سامنے فلور کشن پر جما بیٹھا تھا' وہ اس کے سامنے ٹرے رکھ کر جانے کو مڑی۔

"سنو اگر تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو ٹیبلٹ کھا لو بخار کی دوا دراز میں پڑی ہے۔"

وہ لمحہ بھر کو دنگ رہ گئی۔

تو وہ اس کے بخار سے لاعلم نہیں۔ پھر بھی کتنا ظالم ہے۔ اسے بخار کے باوجود ناشتا بنانے اٹھا دیا۔ شدت غم سے اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہو گیا۔ حالانکہ وہ جانتی تھی اس سے کسی قسم کی انسانیت کی توقع فضول ہے۔ وہ اس کے دکھوں سے آگاہ ہی کب ہے۔ وہ اس کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ کب رکھتا ہے۔ اسے اس بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں۔ وہ اپنی حیثیت اچھی طرح جانتی ہے۔

"دوا ضرور کھا لینا۔ میں ابھی آکر چیک کروں گا۔"

فراز کا چہرہ بے تاثر تھا۔

وہ چپ چاپ کمرے میں آگئی۔ دراز کھولی۔ ٹیبلٹ نکالی اور پانی کی مدد سے اسے حلق سے نیچے اتار لیا۔ آنکھیں بری طرح جل رہی تھیں۔ وہ بستر میں گھس گئی۔ تھکے تھکے اعصاب' زبان بار بار خشک ہو جاتی' اس نے لحاف سر تک تان لیا اور غنودگی میں چلی گئی۔

نجانے کب تک سوتی رہی۔ اچانک ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ ہڑبڑا کر سامنے والے کلاک کی طرف دیکھا۔ سہ پہر کے تین بج رہے تھے اف خدایا' وہ اتنی دیر سوتی رہی۔ فراز کے لیے دوپہر کا کھانا؟

اور فراز نے آکر اسے آکر جگایا بھی نہیں۔

نامعلوم اس کے غصے کا پارہ کتنا ہائی ہو چکا ہو گا۔

اس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا جو پسینے سے تر بتر تھی۔ شاید بخار اتر گیا۔ ماتھا ٹھنڈا تھا۔ کتنی سخت جان ہے وہ۔ اسے موت بھی نہیں آتی۔ کم از کم اس بے کار زندگی سے چھٹکارا تو ملے۔

دروازہ کھلا تھا۔

اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ فراز اندر آیا تھا وہ بیڈ کے قریب آکر رک گیا۔

تبھی وہ کسی خیال کے تحت سن ہو گئی۔ وہ فراز کے بیڈ پر سو گئی تھی۔ شادی کی پہلی رات اس نے جس انداز میں اسے منع کیا تھا اس کے بعد اسے کبھی بیڈ پر بیٹھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ مگر آج...

"یہ تمہارے لیے میں نے سوپ بنایا ہے۔"

اس نے دھیان نہیں دیا۔ وہ ہاتھوں میں پیالہ لیے کھڑا تھا۔

جوہم پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔

یہ مہربانی' یہ عنایت۔

"میں نے سوچا اگر تم زیادہ بیمار پڑ گئیں تو کون ڈاکٹروں کی فیس بھرتا پھرے گا۔ لہٰذا یہ لو' جلد از جلد پی جاؤ۔"

تو یہ احسان اسی لیے ہو رہا ہے اور دل نادان پل بھر میں کیا سے کیا سمجھ بیٹھا۔ وہ بجھ سی گئی۔ چپ چاپ بیڈ سے اتر گئی۔

"کہاں چلیں؟"

"آپ کے لیے دوپہر کا کھانا۔"

"دوپہر تو گزر گئی۔ بڑی جلدی خیال آگیا۔ تمہارے لیے سوپ بنایا ہے تو اپنے لیے کھانا بھی تیار کر سکتا ہوں۔ میرے ہاتھ نہیں ٹوٹے ہوئے۔ تمہارا بس چلے تو مجھے بھوکا ہی مار دو۔ امی نے مجھے تھوڑا بہت پکانا سکھایا ہے تاکہ تم جیسی بیوی کا محتاج نہ ہونا پڑے۔"

وہ ناک تاک کر پتھر اچھالتا تھا۔

وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔ حالانکہ بے حد نقاہت تھی۔

"یہ پیالہ پکڑو۔ تمہارا ملازم نہیں ہوں جو دست بستہ کھڑا رہوں۔"

وہ ہولے سے غرایا۔

جوہم نے سٹپٹا کر پیالہ تھام لیا۔ بے خیالی میں پیالے کے ساتھ اس کے ہاتھ بھی تھام لیے۔ نتیجے کے طور پر اس نے گھبرا کر پیالہ چھوڑ دیا۔ سارا سوپ بکھر گیا اور پیالے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

SCAN & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

فراز نے غصے سے لب بھینچ کر ایک نظر اس کے چہرے کی اڑتی رنگت کو دیکھا۔

"ہاتھوں میں جان نہیں ہے۔ سارا سوپ گرا دیا۔ میں جانتا ہوں یہی چاہتی ہو کہ بستر لے کر پڑی رہو اور کوئی کام نہ کرنا پڑے۔ نا معلوم امی کب لوٹیں گی۔ آکر اپنی ناکارہ بہو کو خود ہی سنبھالیں۔ خوا مخواہ بخار چڑھا لیا۔ مفت کا بخار۔"

اسے حیرت کا دوسرا جھٹکا لگا۔

وہ اس کے لیے دودھ کا گلاس لے آیا تھا۔ محض ایک وقت کی چائے کے لیے دودھ رکھنے والا اس کے لیے دودھ کا بھرا گلاس لیے سامنے تھا۔

"تو پی لو۔ اب اسے کرامت دینا۔ حیرت سے منہ کھولے کیوں دیکھ رہی ہو۔ میرے سر پر سینگ تو نہیں اگ آئے۔ یہ سب تمہاری صحت کے لیے ہے۔ کل تک تمہیں اپنی ساری ذمہ داریاں پھر سے سنبھالنی ہیں۔"

وہ گھونٹ گھونٹ نیم گرم دودھ حلق سے نیچے اتارنے لگی۔ کئی بار دودھ حلق میں اٹکا۔ ان نامہربان نظروں کا سامنا کم از کم اس کے لیے بہت دشوار تھا۔ اور پھر وہ تو بالکل سامنے تنا کھڑا تھا۔ اس کی ایک ایک حرکت پر نظر جمائے۔

"اب سو جاؤ۔" اس کے ہاتھ سے خالی گلاس لیتے ہوئے بولا۔

یہ شخص اگر انسانیت کی راہ اختیار کر لے تو زندگی کتنی سہل ہو جائے۔ کتنی آسان اور خوش باش۔

اس نے غنودگی سے نکل کر سامنے دیکھا۔

وہ اس کی نشست پر بیٹھا تھا۔ اس کے صوفے میں دھنسا۔ غالباً آفس کی کسی فائل میں منہ دیے۔ اس کی بھوری آنکھیں غصے کے بغیر کتنی دلکش اور دلفریب لگتی ہیں۔ بچوں کی سی معصومیت لیے۔ یوں جیسے ان میں کسی نے ستارے کوٹ کوٹ کر بھر دیے ہوں اور جیسے ان میں کسی تنفر نے کبھی کروٹ نہیں لی۔ یہ بے تحاشا سجیلا بندہ۔

وہ بے خیالی میں اسی پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

اسی دم فراز نے بھی اسے دیکھا۔ جو ہم نے خجل ہو کر پلکیں جھکا لیں۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ کیا سوچتا ہو گا۔ کیا پتا وہ اسے اس کی اس حرکت پر ڈانٹ دے۔ اس سے کچھ بعید بھی نہیں۔

"تم ابھی تک سوئیں نہیں۔" وہ وہیں بیٹھے بیٹھے بولا۔

اس نے چپ چاپ کمبل میں منہ گھسیڑ لیا۔

"سنو کچھ چاہیے تو نہیں۔ میرا مطلب ہے چائے۔ تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ چائے کے ساتھ بسکٹ لو گی۔"

وہ اگر مہربان تھا تو اپنی مہربانی کی وجہ بھی بتا دیتا۔

"آج جتنی عیاشیاں کرنی ہیں کر لو۔ کل تک تمہیں ہر حال میں ہشاش بشاش نظر آنا ہو گا۔"

اس کا چبھتا انداز۔

"کمبل سے چہرہ باہر نکالو۔" اس کا جھلایا لہجہ کانوں میں اترا۔

"جی۔" اس نے اس کی خفگی کے خیال سے کمبل سے منہ باہر نکالا۔

"کیا سمجھتی ہو میں خبطی ہوں جو دیواروں سے باتیں کر رہا ہوں۔ محترمہ! میں تم سے مخاطب ہوں۔ کیا پوچھا ہے میں نے۔"

"جی کیا؟" وہ واقعی بھول گئی۔

"چائے کا پوچھا ہے۔ ساتھ میں بسکٹ لو گی یا نہیں۔ مفت میں میرا دماغ چاٹ رہی ہو۔ نوکر نہیں ہوں تمہارا جو تمہاری خدمت پر مامور رہوں۔ مجھے ابھی آفس کا کام بھی کرنا ہے۔ کچھ ٹھونس لو تاکہ مجھے اطمینان ہو۔" وہ خوب چبا چبا کر بول رہا تھا۔

"میں چائے خود بنا لوں گی۔" وہ منمنائی۔

"خبردار، جو بستر سے پاؤں نیچے اتارا ہو تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔"

وہ کچن میں چلا گیا۔

وہ اسی سمت دیکھے گئی جہاں چند لمحوں پہلے وہ کھڑا تھا۔ اس کا دل بھر آیا۔ جب سے اس کی شادی ہوئی ہے، اس شخص نے کبھی بھولے سے اس سے

سیدھے منہ بات تک نہیں کی۔ ہمیشہ اپنی نوکیلی باتوں سے اس کے وجود کو چھلنی چھلنی کیے رکھا۔

وہ دو کپ چائے لایا تھا۔ چھوٹی ٹرے میں اس کے کپ کے ساتھ بسکٹ بھی تھے۔

وہ سامنے صوفے پر جا بیٹھا اور ہولے ہولے چائے کی چسکیاں بھرنے لگا اور وہ کانپتے ہاتھوں سے پیالی میں بسکٹ بھگو بھگو کر کھاتی رہی۔ بخار کی حدت پھر بڑھ گئی تھی۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور کنپٹیاں بری طرح دکھ رہی تھیں۔

صبح وہ بستر سے اتر نہ سکی۔ نہ ہی فراز نے اسے ناشتا بنانے کے لیے کہا۔ البتہ وہ آفس نہیں گیا تھا۔ کل بھی وہ آفس نہیں گیا۔ حالانکہ وہ بہت ریگولر تھا۔ اپنے کام میں مخلص وہ ایک چھٹی بھی نہیں کرتا تھا۔ یہ آج اس کی دوسری چھٹی تھی۔

وہ بخار سے نڈھال پڑی تھی جبھی اسے کمرے میں امی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

"امی آپ!"

"کیسی ہو بیٹی۔ میں تو ایسے ہی ملنے چلی آئی۔ تم نے فون کر کے اپنی طبیعت کی خرابی کا بتایا بھی نہیں۔ فراز نے کہہ دیا ہوتا وہ آکر مجھے لے جاتا۔ تمہاری چچی بھی گھر پر موجود نہیں۔ کیسے سنبھالا ہو گا تم نے سب۔"

امی کے مہربان لہجے پر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"فراز کہاں ہے۔ کیا آفس گیا ہے۔"

"نہیں۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"کسی ڈاکٹر کو دکھایا۔ کب سے بخار ہے؟"

"میں نے دوا کھا لی تھی امی۔"

اس نے ڈاکٹر کا ذکر گول کر دیا۔ اور پھر انہیں بتاتی بھی کیا۔ خوا مخواہ انہیں پریشان کرنے والی بات ہوتی۔

"آنٹی کیسی ہیں آپ؟" فراز اندر آگیا۔

"ٹھیک ہوں بیٹا! تم نے مجھے جو ہم کی بیماری کا بتایا ہی نہیں۔ میرا فون خراب ہے کم از کم ایک چکر گھر کا ہی لگا لیتے۔"

"کیا کروں آنٹی! یہ مجھے اپنے قریب سے ہلنے ہی نہیں دیتی۔"

اس نے سر کھجاتے بڑی صفائی سے سارا الزام جو ہم کے سر تھوپ دیا۔

"آج دوسرا دن ہے مجھے آفس بھی جانے نہیں دیا۔"

اور جو ہم! اس کے سفید جھوٹ پر دم بخود اسے دیکھے گئی۔

"بھئی جو ہم تم ہی آنٹی کو بتاؤ ناں۔"

کیسی بے تکلفی سے مخاطب تھا محض دکھاوے کو۔ امی کے جانے کے بعد وہ پھر سے اجنبی بن جائے گا۔ اس کے دل نے شدت سے تمنا کی امی ہمیشہ کے لیے یہیں رہ جائیں۔

"دیکھیے آنٹی! کل سے آپ کی بیٹی نے مجھے باورچی بنا رکھا ہے۔ کل سے ان کی خدمتوں پر مامور ہوں۔"

"بہت خوب۔" امی ہنسیں۔ "میاں بیوی اسی طرح ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی ہوتے ہیں۔"

"جی جانتا ہوں۔ اسی لیے تو کوشش کر رہا ہوں کہ ان محترمہ کی نگاہوں میں سرخرو ٹھہروں۔" وہ خوش دلی سے بولا۔

امی کے چہرے پر طمانیت کی پرچھائیاں تھیں۔ بیٹی کا نصیب اچھا ہونے پر وہ خدا کا جتنا بھی شکر بجا لاتیں کم تھا۔ اور پھر فراز کے اخلاق اور نیک فطرت کی وہ پہلے سے قائل تھیں۔

"آنٹی! چائے پئیں گی۔" وہ سعادت مندی سے پوچھنے لگا۔

"نہیں بیٹا! تم یہاں جو ہم کے پاس بیٹھو، میں خود چائے بنا کر لاتی ہوں۔" امی کچن میں چلی گئیں۔

ان کے جاتے ہی فراز کا چہرہ سخت ہو گیا اور الفاظ کھردرے۔

"سنو! اپنی ماں کے سامنے میرے ظلم کی داستان سنانے مت بیٹھ جانا۔ اگر میں نے سن لیا کہ تم نے اس گھر کی کوئی بات باہر نکالی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

اور بھلا وہ کیا کہتی۔ وہ پل پل بدلتے اس شخص کے

SCAN & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

ہر روپ پر ششدر رہ جاتی تھی۔
اسی وقت امی آگئیں چائے لیے۔
جوہم نے جلدی سے بھیگی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔
"آیئے آنٹی! آپ مہمان ہیں، میں خود چائے بنالیتا۔"
فراز کی پھر سے ڈرامہ بازی شروع۔ یہ شخص اگر اندر باہر سے ایک جیسا ہو تو کم از کم اسے اذیت نہ ہو۔
"جیتے رہو بیٹا! یہ کام مردوں کو زیب نہیں دیتے۔"
"ذرا یہ بات اپنی بیٹی کو بھی سمجھادیں۔" وہ شوخ ہوگیا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔
"آنٹی! آپ چار پانچ دن تو رہیں گی!"
"کہاں بیٹا۔ جوہم کے ابو گھر پر اکیلے ہیں، شام تک چلی جاؤں گی۔ مجھے جوہم کی طرف سے کوئی فکر نہیں، تم اس کی خوب دیکھ بھال کر رہے ہو۔ خدا تم دونوں کے سلوک اور محبت کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔"
"شکریہ آنٹی۔"
فراز نے شوخ نگاہوں سے اس لڑکی کی جانب دیکھا جس کا چہرہ سپاٹ تھا اور چہرے پر رنگوں کی ایک تکلیف دہ بہار گزری تھی۔ شام تک امی کی موجودگی میں فراز کا موڈ بالکل ٹھیک رہا۔ امی کے سامنے وہ لگاوٹ کا مظاہرہ کرتا رہا۔
مگر امی کے جانے کے بعد وہ پھر سے اپنے خول سے باہر نکل آیا۔ اور جوہم کے اندر سناٹے اتر آئے۔
وہ انہیں رخصت کر کے آیا تو اندر آتے ہی پہلا سلگتا سوال داغا۔ وہ بیڈ کے سامنے پڑی کرسی کے ہتھے پر ٹک گیا تھا۔ سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھتا جیسے اس کے بچ نکلنے کی ساری راہیں مسدود کردینا چاہتا ہو۔
"یاد رکھنا تمہاری کسی چغلی کا میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ یہ تم بھی اچھی طرح جانتی ہو، میں نے ایک چاہنے والے شوہر کی اداکاری کے خوب جوہر دکھائے ہیں۔ بھئی اداکار بیوی کی صحبت کا کوئی اثر تو قبول کرنا چاہیے۔ کل سے تم بیماری کا ناٹک کر کے میرے بستر پر اینٹھ رہی ہو۔ بہت کرالی اپنی خدمت۔

اب میرا بستر خالی کرو۔"
اہانت بھرا انداز۔
وہ بھول گئی تھی، وہ اس کے بستر پر محو استراحت ہے۔ خجالت سے جھٹ بیڈ سے نیچے اتر آئی۔
"میں نے سوچا، میں تمہاری غلط فہمی دور کردوں۔ ان دو دنوں کی خدمتوں سے تم کوئی غلط نتیجہ نہ اخذ کرلو کہ میں تمہارے دام الفت میں گرفتار ہوچکا ہوں۔" اس نے اضطرابی انداز میں اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مسلیں۔
"زندگی کی سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ مرد حاکم ہے اور عورت اس کی محکوم۔" وہ غصے سے کمرے سے باہر نکل گیا۔
وہ اپنی عادت کے مطابق جلدی جلدی ہاتھ پاؤں مار کر چیزیں سمیٹ رہی تھی۔ ان دو دنوں میں گھر اوندھا ہوگیا تھا۔ خاص کر کچن میں فراز نے بہت ابتری پھیلادی تھی۔ گندے برتنوں کا ڈھیر۔ ملک پیک کے نچڑے ڈبے۔ کیبن سے مرچ مسالے کے سارے ڈبے باہر تھے۔
اس نے چولہے کے پاس چائے کے خشک نشانات گیلے کپڑے سے رگڑ رگڑ کر اتارے۔ فرش پر بکھرا کچرا سمیٹ کر ڈسٹ بن میں پھینکا۔
"رات کا کھانا گھر میں ہی بنا لینا۔ میں بازار سے نہیں لاؤں گا۔ پہلے ہی ان دو دنوں میں حد سے زیادہ فضول خرچی ہوگئی۔"
اس نے برہمی سے کہا تھا۔ وہ اچانک برس پڑنے کے ارادے سے اندر آیا تھا۔ اس نے دیکھا برتنوں کو رگڑتے اس کے ہاتھ دفعتاً رک گئے تھے۔
"گھر میں کچھ موجود ہے پکانے کو؟"
"میں دیکھتی ہوں۔" اس نے فریج میں جھانکا۔ سبزی رکھی تھی۔
"سبزی موجود ہے۔"
"ٹھیک ہے پکالو مگر دھیان سے، اس دن کی طرح ہنڈیا جلا مت دینا۔"
وہ جب تک کھانا تیار کرتی رہی اس کا ذہن مسلسل

الجھا الجھا رہا۔

♥ ♡ ♡ ♥

اس دن خدیجہ کا فون آیا، اس نے حکم صادر کردیا۔
"آج شام میری سالگرہ ہے، لہٰذا فوراً حاضری دو۔ انتظامات میں میری مدد کرو۔ کھانے کا مینو میں تمہاری پسند سے ترتیب دوں گی۔ آرہی ہو ناں۔"
"فراز سے اجازت لے کر۔" اس نے ایک گہرا سانس بھرا۔
"ارے فراز بھائی سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اتنے اچھے ہیں۔ تمہیں اتنا انڈر اسٹینڈ کرتے ہیں۔"
"پھر بھی۔"
"بس آجاؤ۔ میں ناراض ہوجاؤں گی۔"
"اوکے۔ کوشش کرتی ہوں۔"
"کوشش نہیں۔ بس میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" خدیجہ نے بات ختم کر کے فون رکھ دیا۔
وہ شش و پنج میں تھی۔ وہ فراز سے کیسے بات کرے۔ اس کا موڈ ہر وقت بگڑا رہتا تھا۔
وہ اندر آگئی۔ وہ فائل کھولے بیٹھا تھا۔ اس کے اندر آنے پر اس نے ایک اچٹتی سی نگاہ اس پر پھینکی اور دوبارہ فائل میں منہ گھسیڑ لیا۔
"کوئی کام ہے؟" شاید اسے اس کا مخل ہونا ناگوار گزرا تھا۔
"جی۔"
"کیا کام ہے؟" فراز نے اس کے ہاتھوں کی نروس سی جنبش کو بغور دیکھا۔
"دراصل خدیجہ کا فون آیا ہے۔" وہ ہکلا رہی تھی۔
"تو۔" اس کے ماتھے کی شکنیں گہری ہوگئیں۔
"اس کی سالگرہ ہے اور وہ مجھے آنے پر زور دے رہی ہے۔ وہ کہتی ہے میں اس کے انتظامات میں اس کا ہاتھ بٹاؤں اور......"
"تم سے اپنے گھر کے انتظامات سنبھالے نہیں جاتے۔ اس کے گھر جاکر کون سا تیر مارو گی۔ اور میں نے تم سے کہا تھا مجھے تمہاری ایسی دوستیاں ہرگز پسند نہیں۔ تم نے میری اجازت کے بغیر اس کی طرف جانے کی ہامی بھی بھرلی۔"
"نن..... نہیں، ہامی تو نہیں بھری۔ میں تو اجازت......"
وہ روہانسی ہوگئی اور وہ غصے سے باہر نکل گیا۔ لمحوں بعد ہی اس کا بائیک اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔ دفعتاً آنسو اس کے گالوں پر بکھر گئے۔ آج اس کے ضبط کا ہر بندھن ٹوٹ گیا۔ اپنی انا اور عزت نفس کی ہتک وہ کب تک سہے۔ کب تک اس کی ہر زیادتی خاموشی سے برداشت کرے۔ اس نے کوئی غلط بات تو نہیں کی تھی جو اس کا غصہ عروج پر پہنچ گیا۔
بالکل اچانک اس کے دل میں خیال آیا۔
وہ چپ چاپ یہ گھر چھوڑ دے۔ امی کی طرف چلی جائے۔
"بس اتنا ہی حوصلہ تھا۔" اس کے اندر جیسے کوئی ہیولا چلا رہا تھا۔
"تمہاری خدمت گزاری اور اطاعت گزاری کے اصول کیا ہوئے۔ شوہر کو جیتنے کا عزم کیا ہوا۔"
وہ بے دم سی ڈھے گئی۔
سب چھوڑنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ وہ وحشت زدہ ہوگئی۔
وہ رات گئے تک لوٹا تھا۔ مجروح حالت میں۔ اس کے ایک بازو پر پلاستر چڑھا تھا۔ غالباً اس کا کوئی دوست اسے چھوڑنے آیا تھا۔
"یہ کیا ہوا؟" وہ ڈر گئی۔
"معمولی سا ایکسیڈنٹ۔ بازو میں فریکچر ہوگیا ہے۔ ڈاکٹر نے مکمل آرام کا کہا ہے۔" فراز کے دوست نے ہی بتایا۔
وہ اندر آئی تو وہ سامنے صوفے پر بے رنگ چہرے سمیت بیٹھا تھا۔ اس کا خیال تھا وہ اسے دیکھتے ہی چیخنے چلانے لگے گا، اس پر اس ایکسیڈنٹ کی ساری ذمہ داری ڈالے گا۔ وہ گھر سے غصے میں اسی کی وجہ سے نکلا تھا۔

SCAN & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"آپ اپنے بیڈ پر آرام کیجئے، میں آپ کے لیے نیم گرم دودھ لاتی ہوں۔"

وہ اسے سہارا دینے کے لیے آگے بڑھی۔ اس کی ٹانگ پر بھی چوٹ آئی تھی۔ وہ خود سے چل بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کا دوست اسے یہاں صوفے تک چھوڑ گیا تھا۔

اس کے کہنے پر وہ اپنی جگہ سے ہلا نہیں۔

وہ بھی آگے بڑھی۔ قریب آگئی اور ڈرتے ڈرتے اس کا بازو چھوا۔

"اٹھیے۔"

وہ اسے سرد نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ جوہم نے اس کی نظروں کو نظرانداز کر کے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور چھوٹے چھوٹے قدموں سے اندر بیڈ تک لے آئی۔ وہ اس قدر سنجیدہ تھا کہ وہ اس ایکسیڈنٹ کے بارے میں اس سے کچھ پوچھ بھی نہ سکی۔ نامعلوم اس کے ہمدردانہ جملوں کو وہ کس رنگ میں لے۔

پلاسٹر چڑھے بازو سمیت وہ بالکل ناکارہ ہو گیا تھا۔ ہر بات میں اس کا محتاج۔ وہی اسے کھلاتی پلاتی، اس کی دوا کا خیال رکھتی۔ اس کے لیے یخنی نکال لاتی اور چمچہ چمچہ اس کے حلق میں انڈیلتی۔ کبھی بے خیالی میں وہ اپنی مجروح ٹانگ ہلا دیتا تو درد سے بے حال ہو جاتا۔ وہ بازو کو ایک ہی زاویے میں رکھے رکھے بھی تھک گیا تھا۔ اکتا گیا تھا۔

یوں معذوروں کی طرح کب تک وہ بستر پر پڑا رہے گا۔

اس کا خیال تھا وہ بہت جلد اس کی مستقل تیمارداری سے اکتا جائے گی۔ مگر وہ کھلی آنکھوں سے دیکھتا رہتا۔ وہ کچن سے کمرے اور کمرے سے کچن تک کے دسیوں چکر بنا کسی تردد کے لگاتی تھی۔ کبھی یخنی بنا لاتی، کبھی دلیہ اور کبھی کھچڑی۔ رات سونے سے پہلے اسے دودھ کا گلاس ضرور دیتی تھی۔ چار بجے چائے کا ایک کپ۔ وہ چونکہ بستر پر پڑا رہتا تھا اس لیے کھانا جلدی ہضم نہیں ہوتا تھا۔ وہ اس کے لیے ہلکی پھلکی خوراک تیار کرتی۔

وہ ایک کامیاب نرس کی طرح نیم گرم تولیے سے اس کا چہرہ صاف کرتی۔ اس کے بالوں میں دھیمے دھیمے کنگھی کرتی۔ انہیں سنوارتی۔

وہ چپ چاپ تکیے کے ساتھ لگا لگا سب دیکھتا رہتا۔ کھٹکا ہوا تھا۔

وہ جاگ گیا۔ سامنے صوفے کی طرف دیکھا۔ شاید وہ ابھی ابھی اٹھ کر گئی تھی۔ اسی صوفے پر وہ رات اس وقت تک جاگتی رہتی تھی جب تک وہ سو نہ جاتا۔ رات جتنی مرتبہ بھی اس کی آنکھ کھلتی وہ اسے اپنے لیے جاگتے پاتا تھا۔

"پانی چاہیے۔" وہ نقاہت سے کہتا۔ وہ دوڑ کر پانی لے آتی۔

"سر میں درد ہے۔" وہ کراہتا۔

وہ جھجکتے جھجکتے ـــــــ قریب آتی اور اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کا سر دبانے لگتی۔ وہ آنکھیں بند کیے چپ چاپ پڑا رہتا۔ اسے بڑا سکون ملتا تھا۔ وہ چاہتا تھا وہ زیادہ تر اس کے قریب رہے اس کی نظروں کے سامنے۔ وہ اپنی زیادتیوں کے آثار اس کے چہرے پر کھوجتا تھا مگر وہ لڑکی ضبط کرنا جانتی تھی۔

"دوا پی لیجیے۔" جوہم کی آواز پر وہ چونکا۔

"جوہم!" اس نے بے اختیار اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں ہار گیا تم جیت گئیں۔"

جوہم حیرانی سے اسے دیکھتی رہی۔

"جوہم! تمہیں یاد ہے ایک بار خدیجہ سے تمہاری بحث ہو رہی تھی تمہارا کہنا تھا اگر مرد سنگ دل اور بے حس ہو تو عورت اپنے ایثار اور محبت سے اس کا دل بدل سکتی ہے تب میں نے یہ سوچا تھا کہ یہ سب کتابی باتیں ہیں ہو سکتا ہے کہ کسی دور میں یہ ہوتا ہو لیکن آج کل کی تعلیم یافتہ عورت اتنے صبر و تحمل کا مظاہرہ نہیں کر سکتی کہ مرد کی سنگ دلی، اس کے مظالم خاموشی سے برداشت کرتی رہے۔ اس کے لیے پہاڑ سا حوصلہ چاہیے۔ تب نہ جانے کیوں میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ میں تمہیں ضرور آزماؤں گا کہ تم اپنے دعووں میں کتنی سچی ہو، کہنا آسان ہے لیکن عمل کرنا بہت مشکل۔ میں نے خدیجہ کو سب کچھ بتا دیا تھا لیکن اسے یقین تھا کہ تم جس ہمت اور حوصلے کی مالک ہو تم پہاڑ کو بھی اپنی جگہ سے ہلا سکتی ہو۔ جبکہ میں سمجھتا تھا کہ تم میرا یہ رویہ برداشت نہیں کر سکو گی لیکن میں ہار گیا۔"

وہ سن کھڑی رہ گئی۔

"محبت کرنے والے شخص کا دل نازک آبگینے کی مانند ہوتا ہے جو ذرا سی ٹھیس سے چکنا چور ہو جاتا ہے۔ آپ کو کیا پتا، میں کس اذیت سے گزری ہوں۔"

وہ بھربھری مٹی کی طرح بکھر گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں موتی چمک رہے تھے۔

"آپ نے مرد ہونے کے زعم میں میرا امتحان لیا۔ آپ ہارے یا جیتے لیکن میں ہار گئی ہوں۔ خدیجہ ٹھیک کہتی تھی مرد اپنی مردانگی کے زعم میں عورت کو امتحان میں مبتلا کر دیتے ہیں وہ عورت کو انسان نہیں سمجھتے، آپ نے اپنی خود ساختہ سوچ کے تحت مجھے امتحان میں ڈالتے ہوئے ایک پل کے لیے بھی نہیں سوچا کہ میں انسان بھی ہوں۔ آپ کے ہتک آمیز رویے سے میری عزت نفس جس طرح مجروح ہوتی تھی اس سے گھبرا کر میں فرار بھی حاصل کر سکتی تھی۔ کئی بار تو میرا دل چاہا کہ میں اس زندگی سے ہی نجات حاصل کر لوں۔ عورت جانور تو نہیں ہوتی کہ اسے تجربوں اور خود ساختہ مفروضوں کی نذر کر دیا جائے۔"

وہ بری طرح ٹوٹ رہی تھی۔

فراز کی پیشانی پر ندامت کے قطرے امڈ آئے تھے۔

"نہیں جوہم! یہ تمہاری ہار نہیں ہے۔ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت کتنی بھی نرم و نازک سہی لیکن پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ میں نے اپنی مردانہ برتری کے زعم میں تمہارا امتحان لیا اور آج تمہارے سامنے سرنگوں ہوں۔" اس نے تکیے کے سہارے ذرا سا اونچا ہونے کی کوشش کی۔

"آپ پلیز ہلیے مت۔"

وہ سرعت سے اس کی طرف لپکی۔ لمحہ بھر کے لیے دونوں کی نگاہیں ملی تھیں ان آنکھوں میں کیا تھا۔ روشنیاں، مسکراہٹیں اور طمانیت۔ جوہم کو لگا جیسے یہ روشنیاں اس کے اندر بھر گئی ہوں۔

"ہم میاں بیوی کو دوست کہتی ہو ناں۔"

"جی!" اس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیسی دوست ہو جو میری ضرورتوں سے غافل ہو۔"

وہ شوخ ہو رہا تھا۔ وہ اس سے نظریں نہ ملا سکی۔

"اوفوہ! آپ کی دوا کا وقت نکل گیا۔" وہ ماتھے پر ہاتھ مار کر تیزی سے سائیڈ ٹیبل کی طرف لپکی تو اس کی بوکھلاہٹوں پر فراز کے لبوں سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ دھند چھٹنے کے بعد سورج پوری تابناکی سے روشن تھا۔

★

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کارآمد گھریلو غذائی نسخے

(غذا کے ذریعے علاج پر عملی اور مفصل کتاب)

بیماری کی علامات، وجوہات، تشخیص اور علاج کے لیے کھائے جانے والے موسمی پھلوں، سبزیوں، مصالحوں وغیرہ کے استعمال سے ہی بیماریوں کو دور کر دینے والی اور ہر طرح کے علاج میں معاون کتاب بنام کارآمد گھریلو غذائی نسخے۔ دوائیوں کے منفی اثرات سے بچ کر اپنا علاج آپ کریں

ڈاکٹر گنیش نارائن چوہان

راجستھان یونیورسٹی جے پور

مترجم: صبا رشید

ڈاکٹر گنیش نارائن چوہان کی ہندی کتاب "کیا کھائیں اور کیوں؟" کا آسان اردو ترجمہ

Rs. 150

الخیام پبلشرز

شاپ نمبر ۲۱، ملک جلال دین وقف ہسپتال چوک اردو بازار لاہور

فون: 7669808

پتہ:۔ مکتبہ عمران، ۳۷، اردو بازار، کراچی

SCAN & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com